عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان
ہفت روزہ

ختم نبوۃ

انٹرنیشنل
جلد نمبر ۱۳ ۔ شمارہ نمبر: ۱۹
KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

بدین اور وارہ لاڑکانہ سندھ میں
عظیم الشان ختم نبوت کانفرنسیں

نہ ساقی ہے نہ پیمانہ، نہ محفل ہے نہ میخانہ!
بہاریں لٹ گئیں ساری فقط باقی ہے افسانہ

حافظ القرآن والحدیث
حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی
رحمۃ اللہ علیہ

بی بی سی لندن
مسلمان نما منافقوں کی آماجگاہ

اسلام میں نسائیت کا احترام

تاجدار ختم نبوت پر
صحابہ کرام کی جاں نثاری کے چند واقعات

ترجمہ۔ مولانا سیف الرحمٰن، اوکاڑہ

تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ پر

صحابہ کرام کی جاں نثاری کے چند واقعات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رونا

حضرت مقداد بن اسود کا میدان کارزار میں آنحضرت ﷺ کا ساتھ دینا

طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم ﷺ کی خاطر رونا

سراقہ بن مالک، ہجرت کے سفر میں رسول کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعاقب کرتا ہے، اور دونوں کو دیکھ لیتا ہے۔ گھوڑا دوڑا کر ان کے قریب آجاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسے نزدیک آتا ہوا دیکھ کر نبی ﷺ کی خاطر رونے لگتے ہیں۔ اس واقعہ کو امام احمدؒ براء بن عازب سے یوں بیان کرتے ہیں کہ۔

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہم نے غار سے نکل کر سفر شروع کیا۔ لوگ ہماری تلاش میں ادھر ادھر پھر رہے تھے، لیکن کوئی آدمی ہم کو تلاش نہ کر سکا۔ پھر سراقہ بن مالک نے جو گھوڑے پر سوار تھا ہمیں دیکھ لیا۔ چنانچہ وہ گھوڑا دوڑا کر ہمارے پاس پہنچ گیا میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ ہماری تلاش کرنے والے پیچھے آگئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ابوبکرؓ آپ غم مت کریں اللہ کی نصرت ہمارے ساتھ ہے۔ بالآخر وہ ہمارے بالکل قریب آگیا اور ہمارے اور اس کے درمیان صرف ایک نیزہ یا دو نیزوں یا تین نیزوں کا فاصلہ رہ گیا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہماری تلاش کرنے والے ہمارے پیچھے آگئے ہیں اور میں رونے لگا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ابوبکرؓ! کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا بخدا! مجھے اپنی جان کی کوئی فکر نہیں، میں تو آپ کی خاطر رو رہا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی۔

یا الٰہی! اب اس سے تو ہی ہماری حفاظت کر سکتا ہے۔ تیرے سوا ہماری کوئی حفاظت کرنے والا نہیں۔

آپ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ اسی وقت سراقہ کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا حالانکہ زمین سخت تھی۔"

حضرت مقداد بن اسود کا میدان کارزار میں آنحضرت ﷺ کا ساتھ دینا

ہم ایک اور سچے عاشق کو دیکھتے ہیں جو جنگ کے میدان میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہونے کو ہر بات پر ترجیح دیتا ہے۔ چنانچہ امام بخاری اس واقعہ کو عبداللہ بن مسعودؓ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ۔

"میں ایک موقع پر کسی جنگ کے معرکہ میں مقداد بن اسود کے پاس تھا۔ مجھے یہ بات بہت پسند تھی کہ جو بات اس نے کی ہے، میں وہی کہتا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ آپ اس وقت مشرکین کے حق میں دعا کر رہے تھے۔ مقداد بن اسود نے نبی اکرم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے کہا آپ کوئی فکر نہ کریں، ہم حضرت موسیٰؑ کی قوم کی طرح یوں نہیں کہیں گے تو اور تیرا رب جاؤ۔ ان سے لڑو بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں، آگے پیچھے ہو کر آپ کی پوری حفاظت کریں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مقداد کی بات سن کر نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ انور خوشی اور مسرت سے شگفتہ ہو گیا۔"

(صحیح بخاری۔ کتاب المغازی)

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مقداد نبی اکرم ﷺ کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ بنابریں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خواہش کرتے ہیں کہ کاش! یہ الفاظ جو مقداد نے کہے ہیں، وہ میں کہتا۔

حافظ ابن حجرؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اگر حضرت مقداد کو یہ اختیار دیا جاتا کہ آپ کو نبی اکرم ﷺ کی رفاقت پسند ہے یا دنیا کا مال و متاع عزیز ہے تو وہ آپ کی رفاقت کو تمام چیزوں پر ترجیح دیتے۔ (فتح الباری ۷/۲۸۷)

طلحہؓ کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہونا

جنگ احد کے موقع پر تیر اندازوں نے غلطی سے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اس درہ کو خالی دیکھ کر حضرت خالد بن ولیدؓ نے جو ابھی دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ ایک دستہ لے کر پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان گھبرا گئے اور ان کی صفوں میں بدنظمی اور انتشار پیدا ہو گیا۔ حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ مشرکین، آنحضرت ﷺ پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ان بارہ آدمیوں نے نبی کریم ﷺ کی کیسے حفاظت کی؟ اس کو امام نسائیؒ حضرت جابر بن عبداللہ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ۔

"جنگ احد کے موقع پر جب لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی اور رسول کریم ﷺ کے پاس صرف بارہ آدمی انصار کے رہ گئے۔ ان میں حضرت طلحہ بن عبیداللہ بھی تھے۔ مشرکین آنحضرت ﷺ پر حملہ کرنے کے لئے آپ کے قریب پہنچ گئے۔ آپ نے ادھر ادھر اپنے صحابہ کرام کو دیکھا اور فرمایا آج مشرک قوم کا کون مقابلہ کرے گا اور میری مدافعت کرے گا؟ حضرت طلحہؓ کہنے لگے جی میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا تم ذرا ٹھہرو۔ پھر انصار میں سے ایک انصاری نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔ فرمایا ٹھیک ہے تم مشرکین کا مقابلہ کرو چنانچہ وہ کفار سے جنگ کرتا ہوا جام شہادت نوش کر گیا۔ پھر دیکھا مشرکین آگے بڑھتے آرہے ہیں۔ فرمایا مشرک قوم سے میری کون حفاظت کرے گا؟ حضرت طلحہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا تم ابھی ٹھہرو۔ پھر ایک انصاری کہنے لگا جی میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا تو اس کام کے لئے ٹھیک ہے۔ چنانچہ وہ میدان جنگ میں کود پڑا اور مشرکین سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ پھر آپ نے وہی کلمات دہرائے اور انصار یکے بعد دیگرے میدان جنگ میں کودتے رہے اور شہادت کا مرتبہ حاصل کرتے رہے۔ حتیٰ کہ صرف حضرت رسول کریم ﷺ اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ باقی رہ گئے۔ آپ نے پھر فرمایا کون ہے جو دشمن کا مقابلہ کرے؟ حضرت طلحہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بندہ حاضر ہے۔ آپ نے اسے حکم دیا جاؤ دشمن کا مقابلہ کرو چنانچہ حضرت طلحہؓ بھی سابقہ گیارہ آدمیوں کی طرح خوب

باقی ص ۲۷ پر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ کراچی
انٹرنیشنل

KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

جلد نمبر ۱۳ ● شمارہ نمبر ۱۹ ● بتاریخ ۲ تا ۸ جمادی الاول ۱۴۱۵ھ ● بمطابق ۷ اکتوبر تا ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۴ء

اس شمارے میں

۱۔ تاجدار ختم نبوتؐ ۲
۲۔ اداریہ ۴
۳۔ اسلام میں انسانیت کا احترام ۶
۴۔ جدید سائنسی تحقیقات (قسط نمبر ۲) ۷
۵۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ ۸
۶۔ بی بی سی لندن ۱۱
۷۔ علم دین اور تعلیم نسواں (آخری قسط) ۱۳
۸۔ انگریزوں نے اخلاق تباہ کردیے ۱۵
۹۔ مجازی نبوت کا تار عنکبوت (قسط نمبر ۲) ۱۷
۱۰۔ گورنر پنجاب کے نام خط (قسط نمبر ۲) ۱۹
۱۱۔ عظیم الشان ختم نبوت کانفرنسیں ۲۲

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمن باوا

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمن جالندھری
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا اللہ وسایا ● مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا محمد جمیل خان ● مولانا سعید احمد جلالپوری

مرتب
حافظ محمد حنیف ندیم

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منیجر
خوشی محمد انصاری

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش
ایم اے جناح روڈ کراچی فون 7780337

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 40978

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۱۵۰ روپے
ششماہی ۷۵ روپے
سہ ماہی ۳۵ روپے
فی پرچہ ۳ روپے

بیرون ملک چندہ
امریکہ۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا ۱۴۰ ڈالر
یورپ اور افریقہ ۷۰ ڈالر
متحدہ عرب امارات۔ انڈیا ۱۵۰ ڈالر
چیک / ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر ۳۲۳
کراچی پاکستان ارسال کریں

پبلشر: عبدالرحمن باوا ○ طابع: سید شاہ حسن ○ مطبع: القادر پرنٹنگ پریس ○ مقام اشاعت: ۱۴۳ بزرٹہ لائن کراچی

اوراب منظور وٹو کیبعد راجہ منوّر کی قادیانیت کا بھی پردہ چاک ہوگیا

جناب حامد ناصر چٹھہ اور پیپلزپارٹی کی مرکزی قیادت سے گزارش ہے کہ وہ ان دونوں کو اپنی جماعتوں سے نکال دیں

پنجاب کے وزیراعلیٰ میاں منظور وٹو کے مشیراعلیٰ راجہ منور کی منافقت اور دجل و فریب کا پردہ چاک ہوگیا۔ جب یہ شخص بھٹو مرحوم کے دور میں پیپلزپارٹی کے ٹکٹ پر منتخب ہوکر اہم عہدے پر فائز ہوا تو اس کے بارے میں پورے ملک میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ راجہ منور قادیانی ہے۔ راجہ صاحب نے دیکھا کہ میری قادیانیت کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے اور میرے ڈھول کا پول کھل گیا ہے تو اس نے علماء حضرات سے رابطہ قائم کرنا شروع کردیا اور ان پر واضح کیا کہ میں قادیانی نہیں ہوں۔ راجہ منور نے اور علماء کرام کے علاوہ مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی رابطہ قائم کرکے کہا کہ میں قادیانی نہیں ہوں' مجھے خواہ مخواہ قادیانی کہہ کر بدنام کیا جارہا ہے۔

حضرت مولانا ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ نے راجہ منور سے کہا کہ یہ تو آسان بات ہے تم اپنی صفائی میں واضح بیان تحریر کرو۔ چنانچہ مولانا ہزارویؒ نے بیان لکھ کر دیا' جس میں مرزا قادیانی کو کافر' مرتد اور دجال لکھا گیا تھا۔ نیز اس کے پیروکاروں کے بارے میں بھی لکھا گیا تھا کہ وہ بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں' میرا ان سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ اس بیان پر راجہ منور نے دستخط کردیئے۔ یہ بیان اخباروں میں بھی شائع ہوا حتیٰ کہ اسمبلی میں بھی یہ آواز بلند ہوئی۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت جس کے نتیجے میں قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا' کے بعد انہوں نے منافقت کا لبادہ اوڑھ لیا کیونکہ مرزا ناصر کی انہیں یہ ہدایت تھی۔ اس کے بعد قادیانیوں کا یہ طریقہ کار رہا ہے کہ حصول کرسی کے لئے مرزا قادیانی کو دجال' ملعون اور مرتد سب کچھ کہنے کے لئے تیار ہیں جیسا کہ راجہ منور کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اس نے کرسی کے لئے مرزا قادیانی کو سب کچھ کہہ دیا اور تحریری طور پر لکھ بھی دیا لیکن اب جبکہ پھر پی پی کی حکومت آئی ہے تو وہ کھل کر سامنے آگیا ہے اور اس نے اپنی قادیانیت کا پردہ چاک کردیا ہے۔

سرگودھا سے ہمیں یہ خبر ملی ہے جو روزنامہ پاکستان لاہور میں یوں شائع ہوئی ہے۔

"سرگودھا (ڈسٹرکٹ رپورٹر) راجہ منور نے قصبہ طلال پور میں اقلیتی فرقے (فرقہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ قادیانیت ایک الگ مذہب ہے) قادیانیوں کی عبادت گاہ کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر انہوں نے مبینہ طور پر قادیانیوں کے اجتماع سے خطاب بھی کیا۔ اس موقع پر ضلع کا ایک ایم پی اے اور دو سول جج بھی موجود تھے۔"

سرگودھا سے شبان ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ سید اطہر حسین تحریر کرتے ہیں۔

"طلال پور نون تحصیل بھلوال میں قادیانیوں نے جبکہ چودھری ظفراللہ خان تارڑ سرگودھا کی عدالت سے اجازت نامہ بایں صورت کہ وہ عبادت گاہ مسلمانوں کی مسجد کے مشابہ نہیں بنائیں گے اور مینار و محراب بھی نہیں ہوں گے آرڈر لیا تھا' پھر بھی انہوں نے توہین عدالت کرتے ہوئے وزیراعلیٰ منظور وٹو اور اس کے مشیر راجہ منور کے ایماء پر تعمیل مکمل کرلی اور اپنی سرگرمیاں تیز کرلی ہیں۔ ۱۷ ستمبر کو باقاعدہ وٹو کے مشیر اور علاقہ کے ایک مسلمان ایم این اے اسلم مدھانہ اور سرگودھا کے تین ججوں نے افتتاح کیا۔ جس سے علاقہ کے عوام سخت غم و غصہ میں ہیں' میں نے ان کے خلاف ہمت کی تو مجھ پر فائرنگ کی گئی۔"

اس مسئلہ پر پولیس نے کوئی کارروائی نہیں کی' کرتی بھی کیوں؟ اس لئے کہ مرزائی اڈے کا افتتاح راجہ منور مشیراعلیٰ میاں منظور وٹو اور تین سول ججوں نے کیا تھا۔ اس واقعہ سے عوام کا مشتعل ہونا بھی قدرتی ہے۔ یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں' جب سے میاں منظور وٹو صاحب وزیراعلیٰ بنے ہیں' اس وقت سے قادیانیوں کی اشتعال انگیز حرکتوں میں بہت زیادہ اضافہ ہوچکا ہے لیکن ان کے خلاف کارروائی اس لئے نہیں ہوتی کہ انہیں وٹو صاحب کی سرپرستی حاصل ہے۔ وٹو صاحب جب نواز شریف دور حکومت میں پنجاب اسمبلی کے عہدے پر فائز ہوئے تو ان کی مرزائیت کا بھانڈا پھوٹ گیا' ان کے سامنے دو ہی راستے تھے کہ یا تو وہ اسپیکر کا عہدہ چھوڑ دیں اور مسلمان ووٹوں سے جو انہوں نے اسمبلی کی ممبرشپ حاصل کی تھی' اس سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں اور یا پھر منافقت کا لبادہ اوڑھ لیں' اور مرزا قادیانی پر لعنت بھیجیں۔

وٹو صاحب نے مرزا قادیانی پر لعنت بھیجنا منظور کرلیا لیکن کرسی نہ چھوڑی اب جبکہ ان کی حرکتیں سامنے آرہی ہیں' انہوں نے اپنے علاقے کو جس طرح قادیانی اسٹیٹ بنانا شروع کردیا ہے تو اس وقت معلوم ہوا کہ منظور وٹو نے اپنی کرسی کو بچانے اور آئندہ الیکشن میں کامیاب ہونے کے لئے قادیانیت سے برأت اور مرزا قادیانیت پر لعنت بھیجنے کا محض ڈرامہ رچایا تھا۔ یہی حال راجہ منور کا ہے کہ اقتدار کے لئے وہ بھی سب کچھ کر گزرے۔ قادیانیت سے برأت بھی کردی اور مرزا قادیانی پر لعنت بھی بھیج دی۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ میرا ہم مذہب پنجاب کا وزیر اعلیٰ ہے تو فوراً اس کے نہ صرف مشیر اعلیٰ بن گئے بلکہ راجہ منور نے اپنی قادیانیت کے بارے میں جو صفائیاں پیش کی تھیں' ان سب پر پانی پھیر دیا اور اپنا قادیانی ہونا کھل کر ظاہر کردیا۔ جیسا کہ سرگودھا کے واقعے سے ظاہر ہے۔ اگر وہ واقعی مسلمان ہوتے تو قطعاً کسی مرزائے کا افتتاح نہ کرتے۔ اس واقعہ نے راجہ منور کی قادیانیت کا پردہ چاک کردیا ہے' اب وہ کتنی بھی صفائی پیش کریں اس کا پاکستان کے عوام قطعاً اعتبار نہیں کریں گے۔

یہاں ہم اس بات کا ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ منظور وٹو اور راجہ منور نے محض دنیاوی منفعت کے لئے قادیانیت اور اپنے (جھوٹے) نبی مرزا قادیانی پر لعنت بھیج کر ثابت کردیا کہ قادیانی بھی جھوٹے اور ان کا نبی بھی جھوٹا تھا۔ اس کے برعکس اگر کسی سچے مسلمان کی گردن پر تلوار رکھ دی جائے اور اس سے یہ کہلوایا جائے کہ (معاذ اللہ) حضور ﷺ آخری نبی نہیں تھے اور مرزا قادیانی سچا تھا تو وہ مسلمان اپنی گردن تو کٹوا لے گا لیکن حضور ﷺ سے بے وفائی نہیں کرے گا۔ کنری ضلع تھرپارکر سندھ میں ایک مستری صاحب ہیں' غالباً ان کا اسم گرامی مستری برکت علی ہے' وہ کلہاڑی بناتے ہیں۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک قادیانی مبلغ انہیں تبلیغ کرنے کے لئے آیا۔ مستری صاحب خاموشی سے اس کی تقریر سنتے رہے۔ جب کافی دیر ہوگئی اور قادیانی مبلغ بولتے بولتے ذرا خاموش ہوا تو محترم مستری صاحب نے کلہاڑی اٹھائی اور اس کی گردن پر رکھ دی اور چیخ کر اسے بولے۔ "کہو! مرزا قادیانی کافر تھا۔" وہ بول اٹھا کہ مرزا قادیانی کافر تھا' مرتد تھا' ملعون تھا' مردود تھا۔ الغرض مستری صاحب نے جو اس سے کہلوایا اس نے سب کچھ کہہ دیا۔

یہ کہلوا کر جناب مستری صاحب اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور کلہاڑی اس کی طرف پھینک کر بولے۔ لو یہ کلہاڑی اور میری گردن پر رکھ کر جو مجھ سے کہلوانا چاہتے ہو کہلواؤ۔ مستری صاحب نے کہا کہ میری گردن کٹ تو سکتی ہے' میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے تو ہوسکتے ہیں لیکن میں تاجدار ختم نبوت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بغاوت کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ میری زبان ہی نہیں' جسم کے ذرے ذرے سے ایک ہی آواز بلند ہوگی ختم نبوت زندہ باد۔ تمہارے مذہب کے جھوٹے ہونے اور ہمارے مذہب کے سچے ہونے کی ہزاروں دلیلیں ہیں' یہ بھی ایک دلیل ہے' تمہاری گردن پر کلہاڑی رکھی تو تم اپنے نبی کو ملعون و مردود کہنے لگے۔

الغرض قادیانیوں کو جان عزیز ہے' مال عزیز ہے' اقتدار اور کرسی عزیز ہے اور اس کے لئے وہ اپنے نبی کو سب کچھ کہنے اور لکھ کر دینے کے لئے تیار ہیں جیسا کہ منظور وٹو اور راجہ منور نے لکھ کر دیا۔ ہماری ان دوستوں سے جو اب بھی ان دونوں کو مسلمان سمجھتے ہیں' گزارش ہے کہ وہ ان کے فریب میں نہ آئیں اور ان کے سابقہ بیانات پر ہرگز ہرگز اعتبار نہ کریں۔ چونکہ ان میں سے منظور وٹو کا تعلق مسلم لیگ جونیجو گروپ سے ہے اور راجہ منور کا پیپلز پارٹی سے' اس لئے ہماری جناب حامد ناصر چٹھہ اور پیپلز پارٹی کی مرکزی قیادت سے گزارش ہے کہ وہ ان دونوں کو نہ صرف اپنی جماعتوں سے خارج کریں بلکہ ان کو ان کے عہدوں سے بھی برطرف کیا جائے۔ نیز سرگودھا کے قصبہ ھلال پور میں مسجد کی طرز پر جو مرزائی (عبادت خانہ) تعمیر کیا گیا ہے' اسے فوراً گرایا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ سرگودھا کے غیور عوام اس قصبے کی طرف لانگ مارچ شروع کریں کیونکہ اب دور ہی لانگ مارچ کا ہے۔

اجلاس مجلس عمومی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

بروز جمعۃ المبارک ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۹۴ء بمطابق ۸؍ جمادی الاول ۱۴۱۵ھ

صبح ۹ بجے بمقام جامع مسجد ختم نبوت صدیق آباد (ربوہ)

اراکین مجلس عمومی اراکین مجلس شوریٰ اراکین مجلس عاملہ اور حضرات مبلغین سے درخواست ہے کہ بروقت تشریف آوری سے ممنون فرمائیں۔

ایجنڈا و پروگرام

۱۔ تلاوت کلام پاک۔

۲۔ سابقہ سہ سالہ جماعتی کارکردگی کی رپورٹ۔

۳۔ خصوصی خطاب حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہ۔

۴۔ حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کی آئندہ سہ سالہ امارت کی توثیق کی نشست۔

۵۔ دستور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پر نظر ثانی' ترمیم و اضافہ۔ اور دستور کو رجسٹرڈ کرانے کی منظوری۔ اور اہم و بنیادی کام کے لئے کمیٹی کا تقرر۔

۶۔ جماعتی نظم و ضبط اور محاذ ختم نبوت کو موثر بنانے اور فتنہ قادیانیت کی بڑھتی ہوئی ارتدادی سرگرمیوں کی روک تھام کی تجاویزات۔

شعبہ نشر و اشاعت : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان۔ فون نمبر ۲۰۹۷۸

مولانا امام علی دانش قاسمی' انڈیا

اسلام میں انسانیت کا احترام

جس نے کسی کی زندگی بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کی زندگی بچائی (مائدہ)

آج پوری دنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے' خشکی و تری میں فساد برپا ہے' جو نام نہاد مفکر و رہنما مساوات کے نعرے بلند کرتے ہیں ان کے ملکوں میں سیاہ و سفید کی تفریق موجود ہے' امریکہ اور جنوبی افریقہ میں کالے اور گورے کا امتیاز ایک بین الاقوامی مسئلہ بنا ہوا ہے' بھارت جیسے جمہوری اور سیکولر نواز ملک میں آریائی اور غیر آریائی نسلوں میں معرکہ جاری ہے' اونچ اور نیچ کا تصور مذہبی عقیدہ کی حیثیت سے پایا جاتا ہے' جس کے نتیجہ میں ہریجنوں کے ساتھ مساوات کا سلوک معاشرہ میں نہیں برتا جاتا' طبقاتی کشمکش' نسلی و مذہبی تصادم' فرقہ وارانہ فسادات' ملکی و قومی ریاستی و علاقائی بنیادوں پر امتیاز و تفریق کا غیر منصفانہ سلسلہ پوری دنیا میں موجود ہے' انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین اور منسوخ شدہ محرف کردہ مذاہب اپنی افادیت ختم کر چکے ہیں' صرف اسلام ہی وہ خدائی قانون اور ہدایت و فلاح کا دستور ہے' جس کی رہبری اعتقادی و عملی طور پر تسلیم کرکے ہی دنیائے انسانیت کو تباہی و بربادی سے بچایا جاسکتا ہے۔

اسلام انسانیت کا دین ہے' فطرت کا دستور ہے' خدا کا نازل کردہ قانون ہے' اسلام ہر قسم کے فساد و سرکشی اور ظلم و طغیان کو حرام و ممنوع قرار دیتا ہے' اسلام انسانیت کے احترام کی تعلیم دیتا ہے' انسانی جان کی قدر و قیمت اسلام کے حکموں میں بنیادی طور پر شامل ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

من قتل نفسًا بغیر نفس او فسادًا فی الارض فکانما قتل الناس جمیعًا۔

"جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کردیا۔" (سورۃ مائدہ)

سورۃ انعام میں فرمایا گیا۔

"اور کسی جان کو جسے اللہ نے قابل احترام بنایا ہے ہلاک مت کرو مگر حق کے ساتھ۔"

سورۃ مائدہ میں اعلان کیا گیا۔

"اور جس نے کسی کی زندگی بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کی زندگی بچائی۔"

ایک حدیث شریف میں ہے کہ۔

"اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور انسانوں کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔"

دوسری مشہور روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ اس پر رحم نہیں کرتا جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔"

قتل ناحق اور ظلم و فساد کو قرآن و حدیث میں کبیرہ گناہ شمار کیا گیا ہے' قرآن مجید میں انسانیت کی تخلیق کا جو عقیدہ بیان ہوا ہے وہ بجائے خود عدل و مساوات اور انسانیت کے احترام کا سبق سکھاتا ہے۔

سورۃ حجرات میں فرمایا گیا۔

"اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو' بلاشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے پرہیزگار ہے' اللہ سب کچھ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔"

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے اپنے تاریخی خطبہ میں اعلان فرمایا کہ۔

"اے لوگو! خبردار ہو جاؤ کہ تمہارا پروردگار ایک ہے' کسی عربی کو کسی عجمی پر فوقیت حاصل نہیں ہے' نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر بڑائی حاصل ہے' اسی طرح کسی کالے انسان کو گورے پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے' سوائے تقویٰ کی بنیاد پر کیونکہ تم سب میں زیادہ عزت والا خدا کے نزدیک وہی ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔"

اسلام کے برخلاف دوسرے مذہبی تصورات

اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب و نظریات میں امتیاز و تفریق کی تعلیم موجود ہے' یہودی قوم اپنے کو مذہبی طور پر تمام دنیا کی قوموں سے برتر و فائق سمجھتی ہے اور تمام دنیا پر حکمرانی اپنا پیدائشی حق قرار دیتی ہے' عیسائیوں کے یہاں بھی نسلی و علاقائی تفریق موجود ہے' بھارت میں سناتن دھرم کے ماننے والوں کی اکثریت ہے' ان کے یہاں منوسمرتیوں میں ذات پات اور اونچ نیچ کی تعلیم موجود ہے [illegible]

اندازہ لگایئے۔

"برہمانے اپنے منہ سے برہمن کو' ہاتھ سے چھتری کو' ران سے ویش کو اور پاؤں سے شودر کو پیدا کیا۔" (۳۱)

"برہمن کا نام تقدس ظاہر کرنے والا' چھتری کا طاقت کو' ویش کا دولت کو اور شودر کا ذلت کو۔" (۳۲)

"خدا نے شودر کو صرف ایک فرض نبھانے کے لئے پیدا کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ باقی چاروں برہمن' چھتری اور ویش کی خدمت کرتا رہے۔" (۹۱)

"برہمن کا حکم ہے کہ وہ شودر کے سامنے وید نہ پڑھے۔" (۹۹۳)

انسان کی تخلیق میں ہی جو مذہب تفریق و امتیاز کا عقیدہ سکھاتا ہے اس کے ذریعہ انسانی مساوات کا نظام کیسے قائم ہو سکتا ہے؟ اسی لئے اس مذہب کے مصلحین اپنے مذہبی نظریہ سے انحراف کرتے ہوئے برابری اور چھوت چھات کے خاتمہ کا اعلان کرتے رہتے ہیں مگر یہ اعلانات مذہبی حیثیت تو اختیار نہیں کرسکتے' حقیقی مساوات اور انسانیت کے احترام کا پیغام اسلام کو اپنا کر ہی سکھایا جاسکتا ہے۔

اسلامی تعلیم اور اس کے اثرات

اسلام نے انسانیت کا احترام سکھایا ہے' اسی کا اثر اور نتیجہ ہے کہ اسلامی فقہ میں ہر ہر مرحلہ پر انسانوں کی عظمت و عزت کو بحال رکھا گیا ہے' انسانی جسم اور اس کے اعضاء کی خرید و فروخت اور بے احترامی کو ممنوع قرار دیتے ہوئے حکم دیا گیا کہ جسم سے روح نکلنے کے بعد بھی بدن کا احترام کرتے ہوئے پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ زمین کے نیچے ادب کے ساتھ چھپا دیا جائے' انسان کے جھوٹے کو (خواہ وہ کسی بھی قوم و مذہب کا ہو) پاک قرار دیا گیا۔ کسی مرحلہ پر یہ اجازت نہیں دی گئی کہ دوسرے مذہب کے معبودوں اور پیشواؤں کو گالی دی جائے برا کہا جائے' معبودان باطل کی بے چارگی اور غلط نظریات کی تردید سلیقہ سے کرنے کا حکم دیا گیا۔ کسی مقام پر غیر مسلموں نے مسلمانوں پر ظلم کیا ہے ان کو ناحق قتل کیا ہے اجاڑا ہے اس کا بدلہ دوسری جگہ کے غیر مسلموں سے لینے سے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے۔

قرآن مجید میں واضح حکم موجود ہے کہ۔

"کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل سے پھر جاؤ (حکم دیا جاتا ہے کہ) تم عدل کرتے رہو یہی پرہیزگاری کے مناسب ہے۔" (المائدہ)

دوسرے مقام پر فرمان خداوندی ہے۔

"اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور خدا کے واسطے گواہی دو اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور تمہارے رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو فریق مقابل چاہے مالدار ہو یا

باقی صفحہ ۲۲ پر

قرآن حکیم کی روشنی میں

جدید سائنسی تحقیقات و نظریات

تحریر۔ محترم پروفیسر حافظ محمد عبداللہ

قسط نمبر ۳

قرآن سائنسی کتاب نہیں بلکہ کتاب ہدایت ہے جو اپنی جگہ اٹل حقیقت ہے

محاسبہ آخرت اور عصری ایجادات و اکتشافات

جس طرح ہر حکومت اور ہر محکمہ میں ملازمین کی سروس بک ہوتی ہے جس میں اس کے زمانہ ملازمت کی ہسٹری شیٹ تیار ہوتی ہے اور اس کی بنیاد پر اس کی ترقی و تنزلی کے معاملات نپٹائے جاتے ہیں بعینہٖ فرشتوں کی ایک جماعت اللہ خالق کے حکم سے ہر انسان کی چوبیس گھنٹوں کی کارکردگی لکھتی رہتی ہے۔ علمائے سائنس کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "ایتھر" (جو برق و نور سے زیادہ لطیف ہے) کا اثیری جسم ایک انتہائی نازک قسم کے خود کار کیمرہ کی طرح ہوتا ہے اس اثیری پلیٹ کی عکاسی اتنی اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے کہ وہ خیال تک کی تصویر لے لیتی ہے۔ ہر آواز و حرکت کا نقش و عکس تیار کر کے محفوظ کر لیتی ہے۔ اسی طرح عالم اثیر میں انسان کی ہر ظاہری و باطنی حرکت کی فلم تیار ہوتی رہتی ہے۔ جب "روح انسانی" پرواز کرتی ہے تو یہ اثیری علم ہمراہ لے جاتی ہے۔ اسی کی بناء پر انسان کی ساری زندگی کی کارکردگی کا آڈٹ ہو گا۔

دور حاضر میں ریڈار سسٹم ایجاد ہو چکا ہے یہ بذات خود عکس بھی لیتا ہے اور نشر بھی کرتا ہے۔ اس سے برق پاروں کی تیز شعاعیں نکل کر سیکڑوں میل کے دائرہ پر چھا جاتی ہیں اور فضا و خلا کے گوشہ گوشہ کو اپنی لپیٹ میں لے کر اس کے اندر کی ہر چیز کا عکس لے کر پردہ پر منعکس کر دیتی ہیں۔ جہاں سے بھی یہ برقی شعاعیں گزرتی ہیں وہاں کی ہر سیاہ و سفید چیز کی ہو بہو تصویر لے لیتی ہیں۔ چنانچہ مغربی جرمنی کی پولیس نے ارتکاب جرائم کے وقت غیر مرئی شعاعوں کا استعمال شروع کر دیا ہے جن کی بدولت پولیس تاریکی میں تین سو گز تک دیکھ سکے گی لیکن مجرم پولیس کو نہ دیکھ سکیں گے۔ یہ اس کے ساتھ ساتھ وقوعہ کی تصویریں بھی لیتی رہیں گی جو مجرموں کے خلاف عدالت میں بطور شہادت پیش کی جائیں گی۔

جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ۔

"ہر چیز خواہ وہ اندھیرے میں ہو یا اجالے میں، ٹھہری ہوئی ہو یا حرکت کر رہی ہو اور وہ جہاں یا جس حالت میں ہو اپنے اندر سے مسلسل حرارت خارج کرتی رہتی ہے۔ یہ حرارت چیزوں کی اشکال کے اعتبار سے اس طرح نکلتی ہے کہ وہ بعینہٖ اس چیز کا عکس ہوتی ہے جس سے وہ نکلتی ہے۔ جس طرح آواز کی لہریں اس مخصوص تھرتھراہٹ کا عکس ہوتی ہیں جو کسی زبان پر جاری ہوئی تھی چنانچہ ایسے کیمرے ایجاد کئے جا چکے ہیں جو کسی چیز سے نکلی ہوئی Heat Waves کو اخذ کر کے اس کی اس مخصوص حالت کا فوٹو تیار کر دیتے ہیں کہ جب وہ لہریں اس سے خارج ہوئی تھیں۔ اس کیمرے کو Evaporagraph کہتے ہیں۔ ان کیمروں میں انفراریڈ شعاعوں سے کام لیا جاتا ہے اس لئے وہ اندھیرے اجالے میں یکساں فوٹو لے سکتے ہیں۔ چند سال پہلے کی بات ہے کہ ایک رات نیو یارک کے اوپر ایک پر اسرار ہوائی جہاز چکر لگا کر چلا گیا۔ اس کے ذرا بعد اسی کیمرہ کے ذریعہ فضا سے اس کی حرارتی تصویر لی گئی جس کے مطالعہ سے معلوم ہو گیا کہ اڑنے والا جہاز کس ساخت کا تھا۔ اس حیرت انگیز دریافت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالمی پیمانے پر ہر شخص کی زندگی فلمائی جا رہی ہے۔ ہر وقت انسان کے اقوال و افعال کائنات کے پردہ پر نقش ہو رہے ہیں جسے روکا نہیں جا سکتا۔ جس طرح فلم اسٹوڈیو میں دہرائی ہوئی کہانی کو اس کے بہت بعد اور اس سے بہت دور ایک شخص اسکرین پر اسی طرح دیکھتا ہے جیسے وہ عین موقع واردات پر موجود ہو۔ ٹھیک اسی طرح ہر شخص نے جو کچھ کیا ہو گا اور جن واقعات کے درمیان اس نے زندگی گزاری ہو گی اس کی پوری تصویر ایک روز اس کے سامنے اس طرح آ جائے گی کہ وہ اسے دیکھ کر پکار اٹھے گا کہ۔

ما لھذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا۔

"یہ کیسا دفتر ہے جس نے میرا چھوٹا بڑا ہر کام درج کر کے رکھ دیا ہے۔"

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے اعمال کے بارے میں یوں آگاہ کیا ہے۔

"سو جو کوئی ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا (قیامت کے روز) اسے دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرہ بھر برائی کرے گا وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔"

ٹیپ ریکارڈر ایک سائنسی ایجاد ہے۔ ہم جو الفاظ اس کے سامنے اپنے منہ سے ادا کرتے ہیں وہ بعینہٖ انہیں دہرا دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک نے چودہ سو برس پہلے اس بات کو لوگوں کے ذہنوں میں بٹھا دیا تھا کہ۔

ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔

"وہ انسان جو لفظ (بات) بھی منہ سے نکالتا ہے اسے اس کے قریب (موجود) نگہبان اور تیار (لکھنے والا فرشتہ) ریکارڈ کر لیتا ہے۔"

ایران کے سابق وزیر اعظم ڈاکٹر مصدق حسین ۱۹۵۳ء میں جب کسی مقدمے میں نظر بند تھے تو ان کے کمرے میں خفیہ طور پر ایسی ریکارڈنگ مشینیں لگا دی گئی تھیں، جو ہر وقت متحرک رہتی تھیں۔ تاکہ ان کے منہ سے نکلے ہوئے ہر لفظ کو ریکارڈ کر لیں اور بوقت ضرورت انہیں ثبوت کے طور پر عدالت میں پیش کیا جا سکے۔

اور اب تو یہ بات بالکل عام ہے جس کے ثبوت کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہی۔ بس اسی طرح ہر شخص کے ساتھ اللہ کی طرف سے مقرر فرشتے ہیں جو اس کی ہر بات کو پوری صحت و درستگی کے ساتھ لکھتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ Invisible Recorders ہر شخص کے ارد گرد لگے ہوئے ہیں جو اس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ یا اس کے اعضاء سے سرزد ہونے والے ہر عمل کو محفوظ کر رہے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس کا تصور یوں دیا ہے۔

"اور یقیناً تمہارے اوپر معزز لکھنے والے محافظ موجود ہیں جو کچھ بھی تم کرتے ہو، وہ اسے جانتے ہیں۔"

حتیٰ کہ انسان کے اپنے ہاتھ پاؤں بھی قیامت کے روز اس کے اقوال و اعمال کے لئے ٹیپ ریکارڈر کا کام دیں گے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر یہ فرمایا ہے کہ۔

"اور آج (قیامت کے روز) ہم ان کے منہ پر مہر سکوت ثبت کر دیں گے تو ان کے ہاتھ ہم سے ہم کلام ہوں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔"

اس قسم کی موجودہ سائنسی ایجادات محاسبہ آخرت کے لئے بین ثبوت ہیں کہ دنیا کے علمائے اخلاق بھی اس کے معترف ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ چنانچہ ولیم لیلی لکھتا ہے کہ۔

"اگر انسان واقعی یہ سمجھ لے کہ اسے اپنے اعمال کا بدلہ ایک دائمی عذاب یا ثواب کی صورت میں کسی ہمہ دان اور ہمہ بین حاکم کی عدالت میں ملے گا تو وہ خیال اس کے نیک کرداری کا ایک ایسا زبردست محرک ہو گا جس کے سامنے ارتکاب جرم کی اس کی کوئی تاویل نہیں چل سکتی۔"

محاسبہ آخرت کی ایک اہم کڑی وزن اعمال ہے چنانچہ سائنس کے اس ترقی یافتہ دور میں ہوا اور گرمی وغیرہ غیر مرئی اشیاء جن کا تعلق دیکھی جانے والی اجسام سے نہیں

باقی ص ۲۷ پر

مولانا عبدالرشید انصاری

نہ ساقی ہے نہ پیمانہ، نہ محفل ہے نہ میخانہ!
بہاریں لٹ گئیں ساری فقط باقی ہے افسانہ

حافظ القرآن والحدیث

حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

گلشن کی فضا صدیوں مجھے یاد کرے گی
کلیوں کو میں خون جگر دے کے چلا ہوں

قرون اولیٰ کے اکابر و اسلاف کا عکس جمیل' علم و عمل کا حسین امتزاج' قال اللہ و قال الرسول کے طاہر و مطہر زمزموں میں ہمہ وقت رطب اللسان' عشق نبیؐ میں وارفتہ' وطن و ملت اور امت مرحومہ کے درد و فکر میں نڈھال' شجاعت حق اور اعلاء کلمۃ الحق کے جواں جذبوں اور اسلامی حمیت و غیرت سے سرشار' فتنوں کی سرکوبی' باطل کے استیصال اور دینی اقدار کی سربلندی کے لئے محمود غزنویؒ اور محمد بن قاسمؒ کی جلالت شان کے امین' خطیب حق نوا' عالم باعمل' مفسر قرآن' محدث حدیث خیرالانامؐ' استاذ العلماء' جہاد آزادی برصغیر میں جاں سپار دینی زعماء کی آخری یادگار' حافظ القرآن والحدیث' حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی ۱۹ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ ۲۸ اگست ۱۹۹۴ء اتوار کے روز صبح ساڑھے سات بجے اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جنگ آزادی کے مجاہد علماء کی آخری یادگار

ویسے تو کوئی بھی شمع بجھتی ہے تو دھواں اٹھتا ہے' اندھیرا بڑھتا ہے' مگر کوئی عالم ربانی اور مرشد روحانی دنیا سے اٹھ جائے تو خانقاہیں مضطرب اور درسگاہیں اداس ہو جایا کرتی ہیں' جبکہ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ استاذ العلماء اور امیر العلماء تھے۔ وہ نصف صدی سے قافلہ علماء و صلحاء اور اکابرین دین و ملت میں سے تھے۔ ناموس صحابہؓ کے وفائی علوم کے عصر حاضر میں بڑے عالم جو بذات خود یادگار اسلاف ہیں حضرت مولانا علامہ عبدالستار تونسوی دامت برکاتہم نے سچ فرمایا کہ حضرت درخواستیؒ موجودہ دور کے علماء میں سے نہیں تھے' وہ مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کے عہد کے آدمی نہیں تھے بلکہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ جیسے اکابر حضرات ان کے ہم عصر تھے کہ جنہوں نے برطانوی سامراج کے عہد تسلط میں امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور شیخ الہند حجۃ الاسلام مولانا محمود الحسنؒ کے زیر قیادت آزادی کی جنگ لڑی اور اسلام کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے خصوصاً عیسائیت کی انگریزی سرپرستی میں ارتدادی مہم جوئی' قادیانیت' مغرب زدگی اور بدعات و توہم پرستی سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے دم واپسیں تک برسرپیکار رہے۔ جانے والوں کی یاد آتی ہے تو کبھی کبھی حضرت درخواستیؒ خود فرماتے تھے۔ "میں تو اپنے ساتھیوں کی ڈار سے بچھڑی ہوئی ایک کونج ہوں۔"

تفسیر قرآن کی تدریس کا شوق و انہماک

حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ ایک متبحر عالم دین' کہنہ مشق استاذ اور اسلام کے انتھک بے خوف اور نڈر مبلغ و مجاہد تھے۔ شعبان اور رمضان کے دنوں میں ان کا دورۂ تفسیر شہرۂ آفاق تھا' ملک کے دور دراز علاقوں کے علاوہ بنگلہ دیش' برما' ہندوستان' ایران' افغانستان' شام و عراق اور کویت و سعودی عرب تک سے تشنگان علوم اسلام ان کے دروس میں شرکت کے لئے رخت سفر باندھا کرتے تھے۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے قدیم ترین مدرس اور ماہر تعلیم مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر فرماتے ہیں کہ اس دور گزشتہ میں زندگی کی جدید آسائشیں میسر نہیں تھیں' کمرے ٹھنڈے کرنے والے کولر اور ایئرکنڈیشنر وغیرہ کا تصور تک نہیں تھا لیکن مخزن العلوم خانپور میں شائقین علم ڈیرے ڈالے رہتے' شدید گرمی اور تپتے ہوئے موسم میں بھی حضرت درخواستیؒ سارا دن تفسیر قرآن کی تدریس کا سلسلہ جاری رکھتے۔ جون جولائی کے مہینوں میں جب تمازت ناقابل برداشت ہو جاتی تو پانی میں کپڑا بھگو کر حضرتؒ اپنے سر اور شانوں پر اوڑھ لیتے اور ہمارا کوئی ہم سبق ساتھی یا حضرتؒ کا خادم کھڑا ہو کر ہاتھ سے پنکھا جھلتا رہتا اور حضرتؒ پڑھاتے رہتے۔ حضرتؒ کے صاحبزادگان مولانا عبدالرحمٰن اور مولانا عطاء الرحمٰن نے بتایا کہ ہمارا گھر مدرسہ سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ حضرت درخواستیؒ گھر سے متصل کی مسجد میں نماز فجر خود پڑھاتے۔ نماز کے بعد عامۃ الناس کے لئے قرآن کریم کا درس دیتے اور دن چڑھے مدرسہ مخزن العلوم تشریف لے جاتے۔ سارا دن وہاں تعلیم و تدریس میں مصروف رہ کر نماز عصر کے بعد وہاں سے واپس آتے اور مغرب و عشاء کی نماز گھر کے قریب کی مسجد میں ہی ادا کرتے۔ جماعت خود کراتے۔ پچیس تیس برس تک آپؒ کا یہی معمول رہا۔

تاج قیادت زیبا ہے تیرے سر پہ

۱۹۶۲ء میں جب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا انتقال ہو گیا تو سوال پیدا ہوا کہ اب جمیعت علماء اسلام کی امارت و قیادت کا بوجھ کس کے کاندھوں پر رکھا جائے؟ اس ذمہ داری کو کون نبھا سکتا ہے' وہ کون ہے کہ جس کا وجود مایہ ناز ہو' جس کی فراست ایمانی نور الٰہی سے مستنیر ہو کہ اس کے سر پہ تاج قیادت رکھا جائے تو ملک بھر کے اہل حق کی نظریں اس کے علمی مرتبہ اور روحانی مقام کی بلندیوں کو سر اونچا کر کے دیکھیں' ایک بڑا اجتماع منعقد ہوا' جس میں انتخاب امیر کے لئے اصولی بحث ہوئی اور ہر کسی نے اپنے اپنے دلائل پیش کئے' حضرت درخواستیؒ کے فرزند اکبر اور جانشین مولانا فداء الرحمٰن درخواستی بیان کرتے ہیں کہ علماء کے اس جلیل القدر مجمع میں محدث کبیر حضرت علامہ محمد یوسف بنوری قدس سرہ نے جمیعت علماء اسلام کے منصب امارت کے لئے حضرت درخواستیؒ کی حمایت کی اور انہیں امیر منتخب کرنے کے لئے اپنے دلائل پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

"جمیعت علماء اسلام کے امیر حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ تھے اب ان کے بعد وہی شخص اس منصب اعلیٰ کا اہل ہو سکتا ہے جو حضرت لاہوریؒ جیسی خصوصیات صفات و کمال کا حامل ہو' میرے نزدیک حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی سے زیادہ اور دوسرا کوئی شخص حضرت لاہوریؒ سے اقرب فی الصفات نہیں ہے۔ روحانی اعتبار سے حضرت لاہوریؒ کی نسبت حضرت دین پوریؒ سے تھی اور حضرت درخواستیؒ کی نسبت بھی حضرت دین پوریؒ سے ہے' علمی مقام اور تدریسی مرتبہ کے لحاظ سے حضرت لاہوریؒ دورۂ تفسیر پڑھایا کرتے تھے جبکہ مولانا درخواستیؒ

آپ کی ساری تگ و دو دین کی شہرت‘ اتباع نبیؐ اور جادۂ توحید کا فیضان عام کرنے کے لئے تھی

دورۂ تفسیر قرآن پڑھاتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا ظاہری شکل و وجاہت کے اعتبار سے مولانا احمد علی لاہوریؒ طویل الجثہ تھے‘ ان کی ریش مبارک لمبی تھی اور حضرت درخواستی کی داڑھی بھی لمبی ہے اس لئے ظاہری اور باطنی لحاظ سے حضرت لاہوریؒ کے بعد جمعیت کے سربراہ بننے کے لائق اور مستحق حضرت درخواستی ہی ہیں اور وہ حافظ الحدیث بھی ہیں۔

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ پر اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے‘ ان کی دور رس نگاہوں نے حضرت لاہوریؒ کے وصال کے بعد ان کے مشابہ صفات جانشین کو ڈھونڈھ لیا تھا‘ اس واقعہ کو ہوئے پچیس سال بیت چکے ہیں‘ اس وقت جو جارہے تھے ان کے رفقاء و ہم عصر اس عہد ماضی میں موجود تھے..... لیکن..... جو آج گیا ہے اس کے ساتھ والے برسوں پہلے جاچکے‘ یہ انہیں میں سے پیچھے باقی رہ جانے والے ایک تھے۔ اب کون تلاش کرے گا ان جیسے کو..... کہاں سے ملے گا ان کا مشابہ صفات و عادات رہنما..... ان کا مثیل و ثانی اب ہے کہاں..... جس کے نفس میں حق کے شرارے ہوں‘ جس کے قلب میں عشق کی آگ ہو‘ جو خانپور کے جھونپڑے میں بیٹھ کر مدینہ منورہ کے قدوس بادشاہ ﷺ کی باتیں کرتا ہو‘ جو سو سال کی عمر طویل کی دہلیز سے گزر کر بھی کسی حاکم وقت کے دروازے پر نہ گیا ہو‘ جس نے فقر و درویشی کے وقار کو اصحاب سیم و زر اور کج کلاہوں کی فریب کاریوں سے کبھی آلودہ نہ ہونے دیا ہو‘ ڈھونڈتے ڈھونڈتے لوگ تھک جائیں گے..... مگر..... نہیں پائیں گے ان جیسا‘ چاہے سب مل کر بھی تلاش کرتے رہیں‘ نہیں ملے گا وہ درخواستیؒ جس کی زبان اور جس کے ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں درخواستیں پیش کرتے کرتے نہیں تھکتے تھے۔

ع اب ہے ساری زمیں ایسے وجود سے خالی

یقیناً مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ وہ شخصیت تھی کہ۔

جس کے ثانی کو نہ دیکھے مدتوں ڈھونڈے اگر
ہاتھ میں لے کر چراغ لالہ احمر زمیں

عہد پیری میں حوصلوں کا شباب

۱۹۶۳ء میں جب ملک بھر کے علماء نے قیادت و رہنمائی کا بارگراں ان کے ضعیف کندھوں پر ڈالا تو اس وقت حضرت درخواستیؒ کی عمر ستر سال تھی۔ مگر دنیا نے دیکھا کہ یہ بوڑھا جرنیل پھر کبھی چین سے نہیں بیٹھا۔ جب ملک میں جمعیت علماء اسلام کے نائب امیر مولانا مفتی محمودؒ اور سیکریٹری جنرل مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی سیاست کا سورج نصف النہار پر تھا‘ جمعیت علماء اسلام ایک صحیح سالم جماعت تھی اور بدست چکلی الفلک کی حالت اس پر وارد نہیں ہوئی تھی‘ متحدہ پاکستان کے دونوں حصوں مشرقی اور مغربی پاکستان کے شہروں اور قصبوں میں عوامی رابطے کے جلسے اور کانفرنسیں منعقد کی جاتی تھیں‘ ہر جگہ نماز عشاء کے بعد پہلے تلاوت قرآن کریم‘ نعتیں اور نظمیں پڑھی جائیں بعد ازاں جمعیت کے مقامی زعماء کرام اپنی خطابت کے جوہر دکھاتے‘ پھر حضرت مفتی صاحبؒ کا مفکرانہ خطاب ہوتا‘ ان کے بعد مولانا ہزارویؒ دلائل و براہین کے تیر و ترکش سے لیس ہو کر مجاہدانہ شان سے آتے‘ سامعین کا جوش و خروش دو آتشہ ہو جاتا‘ جمعیت کی سیاست کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے والوں کی ریشہ دوانیوں کو مولانا ہزارویؒ کی تقریر کا طوفان خس و خاشاک کی طرح اڑا کر لے جاتا اور سب مقررین کے بعد جب رات انگڑائی لے کر اپنے وجود پر کھڑی ہو جاتی تو امیر جمعیت کی تقریر کا آغاز ہوتا‘ آپؒ کے بیان میں نہ کوئی سیاسی ہیر پھیر ہوتا نہ خطیبانہ مسجع مقفع فقرے ہوتے‘ نہ شاعرانہ قافیہ بندی ہوتی‘ کسی پر طعن نہ کسی پر طنز‘ بس سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی ایک آواز جوں آب کی مانند رواں ہوتی کہ جس کو سننے والے‘ بولنے والے کے خلوص و للہیت سے فیض یاب ہوتے‘ حدیث نبویؐ کے ترانوں سے روحیں مخمور ہو جاتیں‘ صحابہ کرامؓ کی جاں نثاری و فداکاری کا تذکرہ فرماتے تو دلوں کی دنیا تہ و بالا ہو جاتی‘ بزرگوں اور اکابر علماء و صلحاء کا موضوع چھیڑ دیتے تو سامعین ماضی کی تابندہ یادوں میں کھو جاتے‘ جب رات کا آخری پہر ہوتا تو حضرت درخواستیؒ کچھ یوں فرمانے لگتے۔

"مزدور کو مزدوری آخر میں ملا کرتی ہے‘ رحمت کا دریا جوش میں ہے‘ یہ تہجد کا وقت ہے‘ شان والے نبیؐ بھی اس وقت اپنے رب کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوتے تھے‘ جھولیاں پھیلا کر بیٹھو‘ یہ مانگنے کا وقت ہے‘ مانگنے والے سے رب راضی ہوتا ہے‘ اس رب کے خزانوں میں کبھی کوئی کمی نہیں آتی‘ اس کے دروازے سے مانگنے والا کبھی خالی نہیں جاتا۔"

پھر دعا شروع ہو جاتی‘ مگر ان کی دعا ایک تقریر ہوتی اور تقریر دعا ہوا کرتی تھی۔ فجری نماز کے بعد کہیں درس قرآن دیتے‘ دن میں سفر کرتے‘ بعد ظہر پھر کہیں جلسہ‘ پھر سفر‘ رات کو پھر پروگرام‘ سیاسی امور پر زیادہ گفتگو نہ فرماتے‘ مگر جب بات کرتے تو بنیادی اصولوں کی نپی تلی بات کرتے‘ صحافیوں کو انٹرویو دینے سے دلچسپی نہ رکھتے تھے۔

صدر ایوب خان مرحوم کے نافذ کردہ غیر شرعی عائلی قوانین کے خلاف احتجاجی تحریک میں ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحفظ ختم نبوت کی تحریکوں میں اور ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفی میں سرگرمی سے حصہ لیا اور اپنی جماعت کو جدوجہد اور قربانی میں کسی سے پیچھے نہیں رہنے دیا۔ وہ دین و ملت اور عوام پر مظالم ڈھانے والوں کے خلاف ہمیشہ برسرپیکار رہے۔ ۱۹۶۸ء میں لاہور میں جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ اور ان کے رفقاء کو جب پولیس نے جمعۃ الوداع کے موقع پر تشدد کا نشانہ بنایا اور روزہ دار نمازیوں پر بے تحاشا لاٹھی چارج کیا تو معاً دوسرے ہی جمعہ لاہور جا کر اسی جگہ سے ایوبی آمریت کے خلاف جلوس کی قیادت کی اور تقریر میں بطور چیلنج فرمایا۔

"گزشتہ جمعہ تم نے نمازیوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے‘ اس دن عبیداللہ تھے آج عبداللہ آیا ہے‘ بلاؤ ان پولیس افسروں کو‘ ہم بھی وہی جرم کر رہے ہیں جو پچھلے جمعہ کیا گیا‘ آؤ اگر ہمت ہے تو لاٹھی چارج آج کر کے دیکھو۔"

یہ وہ دن تھا جب لوگوں نے پہلی مرتبہ جمال کو جلال میں بدلا ہوا دیکھا‘ پھر صدر ایوب خان مرحوم نے معافی بھی مانگ لی تھی مگر ان کا اقتدار قائم نہ رہ سکا۔ حضرت درخواستیؒ اتنی لمبی عمر میں بھی کبھی کسی حاکم وقت کے دروازے پر نہیں گئے‘ نہ کسی سے راہ و مراسم رکھے مگر جب وہ دنیا سے گئے تو ان کے فرزندگان سے اظہار تعزیت کے لئے ملک کا سربراہ دروازے پر کھڑا تھا۔

آپ وہ بے ریا شخصیت تھے کہ جنہوں نے اپنی شہرت کے لئے کبھی کوشش کی نہ اس کی تمنا کی‘ ان کی ساری تگ و دو دین کی شہرت‘ اتباع نبیؐ اور جادۂ توحید کا فیضان عام کرنے کے لئے تھی‘ جب وہ جانے لگے تو لوگ آگئے‘ انسانوں کا سیلاب امڈ آیا‘ خانپور شہر کے کوچہ و بازار دین پور شریف کی خانقاہ تک کے تمام راستوں کو اپنی تنگ دامانی کا احساس ہوا‘ اتنا بڑا ہجوم خانپور کی تاریخ نے کبھی نہ دیکھا تھا‘ جن لوگوں نے دیکھا ہے ان کا خیال ہے کہ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے جنازے کے بعد ملکی تاریخ کا یہ سب سے بڑا جنازہ تھا لیکن یہ جنازہ سربراہ حکومت و مملکت کا نہیں‘ کسی گورنر و امیر و وزیر کا نہیں ایک فقیر منش درویش عالم ربانی کا جنازہ تھا‘ ہر جانے والے کی نماز جنازہ میں شریک ہو کر اس کے لئے دعا کی جاتی ہے کہ اس کی مغفرت ہو جائے مگر اس جنازے میں قوم اس لئے بھاگی ہوئی آئی تھی کہ ان کی یہ نیکی قبول ہو جائے اور ان کی بھی بخشش ہو جائے۔ قاری حسین احمد اور رشید احمد درخواستی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے دادا کے جنازے میں ایسے ایسے فرشتہ صورت چہرے دیکھے جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے‘ یہ اعزاز تھا اس میر کارواں کا جس نے بڑا ہوتے ہوئے بھی اپنے تئیں کبھی بڑا نہ سمجھا‘ جس کی درد میں ڈوبی ہوئی آواز سے ہزاروں سننے والوں نے بارہا سنا کہ کبرنی موت الکبراء میں بڑا نہیں ہوں بڑوں کی موت نے مجھے بڑا بنادیا۔

آپؒ کے ہونہار فرزندوں‘ جن کو اپنے صاحب نسبت والدؒ کی خدمت و تیمارداری کا وافر حصہ ملا‘ حضرت حافظ مطیع الرحمن اور مولانا فضل الرحمن درخواستی‘ مولانا جمیل الرحمن درخواستی بتاتے ہیں اور خادم خاص حافظ نذر محمد نے بھی بیان کیا کہ آخری دنوں میں چلنے پھرنے کی بھی جسم میں سکت باقی نہ تھی مگر طبیعت میں جب بھی تازگی آتی تو ایک ایک کا نام لے کر فرماتے کہ اے فلاں اے فلاں تیاری کرو‘

فلاں سے بھی کہ وہ پاسپورٹ لے آئے مدینے جانا ہے۔ اب یہاں کیا رکھا ہے۔

حسن تیرا میری آنکھوں میں سمایا جب سے
تیر لگتی ہے شعاع مہ و انجم مجھ کو
خاک ہو کر یہ ملا اوج تری الفت میں
کہ فرشتوں نے لیا بہر تیمم مجھ کو
موت آجائے جو طیبہ کے کسی کوچے میں
میں نہ اٹھوں جو مسیحا بھی کہے قم مجھ کو

آخری لمحات "کلمہ ہے تیرا پاک' تو سب سے بڑا ہے"

۱۹ ربیع الاول ۲۸ راگست کو دنیا کا سورج افق مشرق سے جوں جوں بلند ہو رہا تھا ادھر علم و عمل اور جہد مسلسل کا یہ آفتاب عالمتاب جو ایک سو پانچ سال قبل بستی "درخواست" کے خوش بخت اور خدا پرست مجاہد آزادی حافظ محمود الدین کے گھر میں طلوع ہوا تھا اور ساری زندگی دلوں کی بستیوں کو اپنی ضیاء پاشیوں سے منور کرتا رہا' آج غروب ہونے کے لئے آہستہ آہستہ اپنے مغرب دین پور کے قریب ہو رہا تھا' صبح تقریباً پونے سات بجے چائے کی آدھی پیالی نوش کی اور طبیعت بگڑ گئی' معالج کو بلانے کی کوشش کی گئی' لیکن پاس بیٹھنے والوں سے فرمایا رہنے دو اب ضرورت نہیں ہے' سب پڑھو۔

لا الہ الا اللہ' لا الہ الا اللہ
لا الہ الا اللہ' لا الہ الا اللہ

کچھ دیر ذکر الٰہی جاری رہا' پھر آواز بند ہو گئی مگر لب ہلتے رہے' پھر آخری ہچکی کے ساتھ ایک آواز بلند ہوئی.... اللہ..... اور جاں بحق تسلیم ہو گئے۔

دل کے ظرف میں ماسوا اللہ کے ہر چیز کی نفی ہو چکی تھی' فرشتہ اجل نے اوپر آئی روح کو واپس لے جانے کے لئے بہشتی طشت میں ظرف کو انڈیلا تو اس میں جو تھا وہ سامنے آگیا' یہ وہ جوہر گرانمایہ تھا جو محشر جب نفسا نفسی کا عالم ہو گا کام آئے گا۔ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں شفیع عاصیاں ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت کا سب سے پہلے اور زیادہ وہ شخص اہل ہو گا جو خلوص قلب اور روح کی صفائی کے ساتھ لا الہ الا اللہ پڑھے۔ جبکہ حضرت درخواستیؒ کا تو سرمایہ حیات اور غذائے روح "سب کو سبحان اللہ' الحمد للہ' اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ" کے چار کلمات مقدسہ و مطہرہ ہی تھے' خلوت و جلوت میں ان کا یہی وظیفہ تھا' لاکھوں انسان گواہ ہیں کہ وہ اپنی ہر تقریر اور وعظ میں انہی پاکیزہ و ارفع کلمات کا ورد سامعین سے بھی بار بار کروایا کرتے تھے اور جاتے وقت بھی ان کی روح نے لا الہ الا اللہ کا پھریرا لہراتے ہوئے پرواز کی۔ اللھم اغفرہ اللھم ارحمہ۔

رب ذوالجلال نے انہیں آج کے دور کے انسانوں کی اوسط عمر سے نسبتاً طویل عمر عطا فرمائی مگر انہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ یاد الٰہی' اشاعت دین اور قرآن و حدیث کی تدریس و تعلیم کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ پاکستان کا کوئی چھوٹا بڑا شہر اور قصبہ نہیں جہاں حضرت درخواستیؒ وعظ و نصیحت کے لئے نہ پہنچے ہوں' ایک اندازے کے مطابق ان کے تلامذہ اور عقیدت مندوں کی وساطت سے اندرون و بیرون ملک جن دینی مدارس' مکاتب اور جامعات کا قیام عمل میں آیا ان کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے' جبکہ چار ہزار کے قریب دینی تعلیمی اداروں کی آپ سرپرستی کر رہے تھے۔ حضرت درخواستیؒ سے قرآن کریم کی تفسیر پڑھنے والے علماء کی تعداد پچاس ہزار سے زائد بیان کی جاتی ہے۔

کراچی میں آخری تقریب جامع مسجد عائشہ صدیقہؓ کی تعمیر جدید کا افتتاح

انتہائی نقاہت و علالت میں بھی مساجد و مکاتب دینیہ کے قیام کا شوق و عمل جاری رہا۔ چھ ماہ قبل جامعہ انوار القرآن کراچی میں مقیم تھے' علاج معالجہ جاری تھا' آپریشن بھی ہوا تھا' کھڑے نہیں ہو سکتے تھے' ہاں حضرت درخواستیؒ کے اپنے تمنائے شوق کے اظہار پر راقم نے اپنے ہاں پروگرام مرتب کیا' ۲۵ مارچ ۱۹۹۴ء کو ایک روح پرور تقریب منعقد ہوئی' آپ چیئر پر بیٹھ کر تشریف لائے اور نارتھ کراچی میں جامع مسجد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تعمیر جدید کا افتتاح فرمایا۔ کراچی میں یہ آخری تقریب تھی کہ جس میں آپؒ مہمان خصوصی اور میر محفل تھے' میں نے جب بتایا کہ ہماری یہ مسجد ام المومنین زوجہ رسول سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے نام سے منسوب ہے تو ان پر ایک رقت طاری ہو گئی فرمایا کہ "اماں عائشہؓ بھی شان والی' ان کے والد صدیق اکبرؓ بھی شان والے' دونوں کو شان والے نبی کی محبت اور عشق نے شان والے بنا دیا' اے اللہ اس مسجد اور مسجد والوں کو بھی شان والے بنا دے۔"

قبر میں کشادگی! جنت کی وسعتوں کا پیش خیمہ

محبت کا یہی درد تھا' عشق و مستی کی یہی تپش تھی جو جزو جاں بن چکی تھی' احادیث پڑھتے اور قرآن سنتے رہتے' اسی حال میں قبر کی گود میں چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے' پہلی منزل جس کے لئے آسان ہو گئی اس کا قیامت تک کا سارا سفر آسان ہو گیا۔ خلیفہ راشد شہید مسجد نبوی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک وصیت یہ بھی فرمائی تھی کہ میرے لئے لمبی چوڑی قبر نہ کھدوائی جائے' اگر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مستحق رحمت ہوں تو از خود میری قبر تا حد نگاہ وسیع ہو جائے گی اور اگر مستحق رحمت نہیں ہوں تو قبر کی وسعت میرے عذاب کی تنگی کو دور نہیں کر سکتی۔ خانپور کے نواح میں دین پور کی بستی ان دین والوں اور اللہ والوں کی بسائی ہوئی بستی ہے کہ جن کے فیض صحبت کی بدولت یہاں بسنے والوں نے اپنی روح کے کانوں سے کھیتوں میں کھڑے ساگ اور گندم کے پودوں کو لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے سنا ہے۔ دین پور شریف کا گورستان وہ گنج عالی منزلت ہے کہ جس کی خاک میں سلسلہ قادریہ کے امام الاولیاء حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ' امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ' محقق و تاج ختم نبوت کے غازی علامہ لعل حسین اختر اور بلبل دبستان مدح رسالت مبلغ اسلام مولانا عبدالشکور دین پوریؒ جیسی ہستیاں آسودۂ خواب ہیں' مولانا عبدالرحمن درخواستی نے بتایا کہ دو قبروں کے درمیان ابا مرحوم کے لئے ہم نے قبر کھودی' مگر جگہ تنگ محسوس ہو رہی تھی' مٹھیاں بند کر کے دونوں کو ملا کر بتا رہے تھے.... ایک.... دو.... بس تین ہاتھ چوڑی تھی قبر۔ کہنے لگے "لیکن جب ہم نے اشکبار آنکھوں اور دل پر غم کے ساتھ قبر میں اتارا تو قبر پانچ ہاتھ وسیع نظر آرہی تھی۔" درحقیقت یہ صلہ جلوانہ ہے قبر والے کی اس جدوجہد کا جس نے ارض الٰہی کو ہزاروں میل کی وسعتوں تک ذکر الٰہی اور اعلاء کلمۃ الحق سے بھر دیا' ان کے لئے قبر تنگ کیوں رہتی' قبر کی وسعت پیش خیمہ ہے جنت کی ان وسعتوں کا جو خدائے ارحم الراحمین نے اپنے بندوں' اپنے محبوبؐ کے چاہنے والوں کے لئے تیار کر رکھی ہے۔

حرف آخر ہے دعا

ایک طائر قدسی صفات خاموش ہو گیا' اس کی نوائے سحر اب کبھی سنائی نہ دے گی۔ ایک کھلی کتاب تھی جو بند ہو گئی' اب اس کا مطالعہ کوئی نہ کر سکے گا مولانا درخواستیؒ کا داغ رحلت اور غم جدائی صرف ان کے آٹھ بیٹوں اور چھ بیٹیوں' ایک بیوہ' پوتوں' نواسوں قریباً دو سو افراد پر مشتمل درخواستی خاندان کے افراد ہی کو نہیں سہنا پڑا بلکہ دینی جماعتوں کے تمام کارکن' مدارس و جامعات کے ہزاروں طلباء و اساتذہ اور کیماڑی کے ساحل سے لے کر گلگت و چترال تک پھیلے ہوئے ان کے کروڑوں عقیدت مند اور دیگر ممالک میں انہیں جاننے اور پہچاننے والا ہر کوئی دل گرفتہ و غم زدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر کا اجر عطا فرمائے اور حضرت درخواستیؒ کی روح کو ارواح مقدسہ کے ساتھ جمع کرے۔ جن کے ساتھ انہیں پیر تھا۔ اللھم اغفرہ اللھم ارحمہ۔

کوئی گیا ہے ادھر سے نکل کر
قیامت تھی' بجلی تھی' رفتار کیا تھی
ہزاروں کلیجے کو تھامے ہوئے تھے
الٰہی وہ چشم فسوں کار کیا تھی
لیا مغفرت نے تڑپ کر بغل میں
کرامت و عزت سالار کیا تھی

ابو صابرہ سلطانہ، رحیم یار خان

بی بی سی لندن

مسلمان نما منافقوں کی آماجگاہ

بی بی سی ملعون، مغضوب، شدت پسند اسلام دشمنوں کا ادارہ ہے

بی بی سی لندن ایک عالمی خبر رساں ادارہ ہے، جس کی باگ ڈور عالمی دہشت گردوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس ادارے سے عالمی خبروں کے ساتھ ساتھ اردو سروس میں مختلف پروگرام بھی نشر ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً انجمن، کھیل کے میدان، شاہین کلب، ثقافت، عالمی سیاحت وغیرہ۔ اس ادارہ کا دنیا کے مختلف ممالک میں نمائندوں کا انتظام جنگ ہو یا امن ہر حال میں خبریں موصول کرنا، ترتیب دینا پھر معمول کے مطابق وقت پر نشر کرنا، یہ بہت ہی بڑا کام نہیں بلکہ نظم و ضبط کا عملی مظاہرہ ہے، اور اس مادی ترقی کا کوئی انسان بھی انکار نہیں کر سکتا۔

لیکن میں اصل میں تمام قارئین کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ یہ ادارہ اسلام، عالم اسلام اور اسلام کے شیدائیوں کا کہاں تک خیر خواہ ہے۔ اکثر و بیشتر دینی غیرت رکھنے والے اہل قلم حضرات اس کی نشاندہی کرتے چلے آرہے ہیں اور میں بھی مذہبی غیرت رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے رب کریم کی رضا کے لئے اور یوم حساب کے دن اس سے جزا لینے کی امید پر لکھ رہا ہوں شاید کہ میرا رب مجھے حق بات کہنے کے صلے میں بخش دے (آمین ثم آمین)۔

یہ حق بات اگرچہ یہود و نصاریٰ کو اور ان کی روحانی اولاد کو ناگوار کیوں نہ گزرے۔ یہود، ہنود و نصاریٰ کو تو سب ہی جانتے ہیں لیکن ان کی روحانی اولاد کو کچھ حضرات جانتے ہیں لیکن کچھ نہیں جانتے۔ جن کی تعریف اختصار کے ساتھ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ ان اسلام دشمن شدت پسند ہندوؤں، عیسائیوں، یہودیوں کی روحانی اولاد وہ لوگ ہیں جو کلمہ تو محمد عربیؐ کا پڑھتے ہیں لیکن تقلید ان اسلام دشمنوں کی کرتے ہیں، مسلمان کہلوا کر مسلمان ملکوں میں رہ کر ملازمت اور ایجنسی ان ہی کی کرتے ہیں اور ہر حال میں ان کے لئے نرم گوشہ رکھتے ہیں اور محمد عربیؐ کے لائے ہوئے دین حق کو فرسودہ و دقیانوسی نظام کہتے ہوئے ذرہ بھر بھی نہیں شرماتے اور ان اسلام دشمن لوگوں کے کلچر و ثقافت یعنی ان کی بے حیائی فحاشی کو حرام کاری و شراب خوری کو اپنے لئے ذریعہ نجات ہی نہیں سمجھتے بلکہ اس تمام بے ہودگی کو عام کرنے کے لئے کہیں میڈیا کے ذریعے کہیں تقریر و تحریر کے ذریعے رات دن مصروف عمل رہتے ہیں۔ ان اسلام دشمنوں کی تعریف اور علماء حق کی تحقیر کرتے کرتے تھکتے نہیں۔ اگر کوئی دوسرا احمق ان اسلام دشمنوں کی تعریف کرے تو یہ صرف خوش ہی نہیں ہوتے بلکہ داد دیتے ہیں۔ اگر کوئی دینی غیرت رکھنے والا صاحب عقل و فہم ان شدت پسند بنیاد پرست عالمی امن کو بدامنی میں تبدیل کرنے والے یہودیوں، عیسائیوں کی اسلام دشمنی سے پردہ اٹھائے یا ان کے اپنے ہی ملکوں کے اندر ہونے والے خرافات بیان کرے تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے اور نیم بے ہوشی کے عالم میں ان کا دفاع کرنے لگ جاتے ہیں۔ دانشوروں نے ان ہی کو انگریز کی روحانی اولاد قرار دیا ہے۔ جیسے ہم اپنے بزرگوں کی اسلاف کی روحانی اولاد ہیں۔ ان کی تعریف کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔ کوئی دوسرا بھی ان بزرگان دین کی تعریف کرے تو ہم بہت ہی خوش ہونے کے ساتھ ساتھ اس تعریف کرنے والے کی دل کی گہرائیوں سے عزت کرتے ہیں اور جب کوئی بدبخت احمق ان بزرگان دین اور علماء دین کے بارے میں غلط قلم، غلط نگاہ، غلیظ زبان استعمال کرتا ہے تو تمام غیرت مند مسلمان چونک اٹھتے ہیں اور اپنے اسلاف کے روحانی بیٹا ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے ان کا دفاع کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہی حال ان انگریز کے روحانی بیٹوں کا ہے۔ اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ وہ ان کو ہدایت نصیب فرمائے اور اسلام دشمنوں سے محبت کی بجائے ہادی عالم محمد عربیؐ سے محبت عطا فرمائے۔ جس میں سب کے لئے دارین کی نجات ہے۔ اللہ وحدہ لاشریک جو خالق کائنات ہے اس نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور تمام ملت کافرہ تمہارے کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتے (الکفر ملة واحدة) وہ سب اسلام دشمنی میں ایک ہیں اور یہ صرف تمہارے نہیں بلکہ خود میرے اور میرے پیارے نبیؐ کے اور میرے عطا کردہ دین مبین کے ازلی دشمن ہیں۔ ان کی کسی بات پر اعتماد نہ کیا جائے۔ ان کی ہر ہر بات میں عیاری، مکاری، منافقت اور اسلام دشمنی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

بی بی سی ان ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے ملعون، مغضوب قرار دیئے ہوئے شدت پسند اسلام دشمنوں کا ادارہ ہے۔ اس کے نمائندے جس ملک میں بھی ہیں وہ عالمی خبروں کی موصولی کی آڑ میں جاسوسی کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ عظیم جرنیل سلطان صلاح الدین ایوبی سے کسی نے پوچھا کہ ہر میدان میں فتح آپ کے قدم چومتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا اس کی مرکزی وجہ یہ ہے کہ میں اپنے راز کسی کو نہیں چرانے دیتا۔ آج عالم اسلام کی زبوں حالی، خستہ حالی، پریشانی کی وجہ ایک انگریز کی روحانی اولاد ہے تو دوسرا یہ بی بی سی ادارہ ہے۔ روحانی اولاد اندرونی انتشار پھیلانے میں مصروف عمل ہے اور یہ ادارہ اندرونی و بیرونی دونوں سازشوں میں مصروف ہے اور عالم اسلام کو اور اس کے اتحاد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام امت محمدیہؐ کو ان کی ظاہری و خفیہ سازشوں سے محفوظ فرمائے۔ حال ہی میں عالمی دہشت گردوں کے سرپرستوں نے دینی غیرت رکھنے والے، جہاد کی عظمت کو اجاگر کرنے والے مسلمانوں کے لئے شدت پسند و بنیاد پرست کہنے کا جو فارمولا تیار کیا ہے، اس فارمولے کو اس ہی ملعون ادارے نے چار چاند لگائے۔ جب کہیں کسی ملک میں مسلمانوں پر ظلم ہوتا ہے تو وہ مسلمان صرف اس ظلم کا دفاع کرتے ہیں تو وہ دہشت گرد ہیں اور ملت کافرہ بارش کی طرح ایٹمی ہتھیار برسائے تو وہ امن پسند ہے۔ اب میں چند ایک مثالیں دوں گا جو مجھے یاد ہیں۔ امید ہے کہ تمام دانش مند حضرات سمجھ جائیں گے کہ امن پسند کون ہے اور دہشت گرد کون ہے؟ تاریخ کے اوراق آج بھی شاہد عدل ہیں اندلس، فلپائن، برما، سری لنکا، بھارت، کشمیر، بوسنیا، تاجکستان، فلسطین، لبنان، اریٹیریا، صومالیہ، قبرص، رومانیہ، الجزائر اس کے علاوہ اقوام عالم کے مختلف اطراف میں کتنا ماضی بعید میں مسلمانوں پر ظلم ہوا۔ کتنا ماضی قریب میں ہوا۔ کتنا اب حال میں ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ روز روشن کی طرح سب پر عیاں ہے۔ بعض کو تو شدت پسندوں بنیاد پرستوں نے ظلم کی چکی میں اتنا پیس دیا کہ ان کو بولنے کی سکت ہی نہ رہی، کچھ جو بچ گئے انہوں نے آواز بلند کی کہ ہم پر ظلم کی داستانیں بہت ہی بیت چکی ہیں۔ اب ہم پر ظلم و تشدد بند کیا جائے تو ماضی کے دہشت گرد ہوں یا حال کے، انہوں نے مظلوموں کی آہ و بکا کو شدت پسندی و بنیاد پرستی گردانا۔

قارئین کرام خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ دہشت گرد ملت کافرہ ہے یا مسلمان؟؟ یہ بات تو بجیس والی ہے کہ اپنی پوری سیاہی نہ نظر آئی تو گائے کو کہہ دیا او سیاہ دم والی ہٹ جا مجھ سے دور ہو جا۔ یہی حال عالمی دہشت گردوں اور بنیاد پرستوں

کا ہے۔ حال اور ماضی قریب میں عالمی دہشت گردوں کی سرپرستی میں لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس تمام ظلم و بربریت پر ملت کافرہ' اقوام متحدہ' انسانی حقوق کی ذیلی تنظیمیں' عالمی انسانی حقوق کے کمیشن والے ایسی بے غیرتی کی چادر تان کر سو گئے کہ دنیا والوں نے سمجھا شاید کہ رب قہار نے ان کا نام و نشان تک صفحہ ہستی سے مٹا دیا ہے لیکن جب لاہور میں کسی وقت کے غازی علم الدین شہید' غازی ریاض بسرا' غازی شیخ حق نواز نے گستاخ رسول ملعون منظور مسیح کو جہنم رسید کیا تو تمام عالمی دہشت گردوں کو' ان کی روحانی اولاد کو' عالمی انسانی حقوق کے کمیشن کو' تمام ضابطے تمام قوانین اور تمام انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں یاد آگئیں۔ ہم اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ لعنۃ اللّٰہ علی الکفرین والمنفقین و لوالدہ روحانی و جسمانی مسلمانوں کو جہاں کہیں بھی جب بھی اقتدار ملا وہ ہسپانوی دور ہو' اموی دور' عباسی دور' فاطمی دور' مغلیہ دور ہو سب کو مساوی حقوق ملے۔ غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی بھی نہیں ہوئی لیکن جب بھی ملت کافرہ کو موقع ملا انہوں نے وہی کچھ کیا جو وہ آج کر رہے ہیں۔ اب میں مذکورہ عنوان کے تحت کچھ منافقوں کے بارے میں تحریر کروں گا۔

منافقوں کی تعریف یہ ہے کہ وہ صرف اور صرف اپنے مفاد کی خاطر زبان کی حد تک کلمہ پڑھتے ہیں' اسلام کو بدنام کرنے کے لئے' مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے لیکن ان کا دل کفر و شرک کی تاریکیوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ کیونکہ ان کا کلمہ پڑھنے کا مقصد صرف مسلمانوں میں گھس کر کافروں کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے۔ جب یہی لوگ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو مومن ہیں' جب یہی شیطان اپنے شیاطین سرداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں سرجی! ہم تو آپ ہی کے نمک خوار اور آپ کے مفادات کا تحفظ کرنے والے ہیں' یہی آستین کے سانپ مسلمانوں کے لئے کافروں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ حال سے ماضی کے دریچوں تک مسلمانوں کی ناکامی اور کمزوری کا سبب بھی یہی آستین کے سانپ ہیں۔ پہلے جو اسلام دشمنی کا کام حق اور اہل حق کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے وہ قرآن و حدیث کی نصوص قطعیہ کا مذاق اڑانا' علماء کرام جو انبیاء کرام کے حقیقی وارث کی حیثیت رکھتے ہیں ان پر کیچڑ اچھالنا' ان کی دینی اسلامی جدوجہد کو سبوتاژ کرنا' جہاد کو ختم کرنے کے لئے جعلی نبی ولی بنانا' دین کا علم رکھنے والوں کے خلاف نفرت پیدا کرنا' اسلام کی ہر عطاء کردہ نعمت کو غلط کہنا' مغربی کلچر و ثقافت کو عام کرنا' انگریزوں کا کام تھا لیکن آج وہی کام پہلے سے بڑھ چڑھ کر یہی منافقین کر رہے ہیں۔ حال میں بی بی سی لندن سے ایک پروگرام شروع ہوا جو تاحال جاری ہے جس کا عنوان ہے "پاکستان کے صوفی شعراء" اس میں انہوں نے برصغیر کے چند بزرگان دین کی تعریف بادل نخواستہ کی اور کچھ اپنی سوچ پر مبنی تصوف پر بھی روشنی ڈالی۔ اس کے علاوہ اس ادارے والوں نے پاکستان میں رہنے والے اپنے ہم فکر لوگوں سے بھی تاثرات لے کر خود انہی کی زبانی نشر کئے۔ ان میں اکثر حضرات نے جو اولیاء کرام کی تعریف کی ہے یہ ان حضرات کا نہایت ہی قابل تعریف و تکریم کردار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ان حضرات کو جزائے خیر دے۔ لیکن ان میں کچھ مغربی تہذیب کے اندھے مقلدوں اور پاکستان میں مغربی کلچر و ثقافت کو فروغ دینے والوں نے اولیاء اللہ کی تعریف کے ساتھ ساتھ انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حقیقی وارثین علماء کرام کے خلاف نہایت ہی کذب بیانی' عیاری اور منافقت سے کام لیا۔ ان حضرات میں سندھ کے رسول بخش پلیجو صاحب اور پنجاب اسمبلی کے اسپیکر حنیف رامے کا نام سرفہرست ہے۔ اے کاش کہ کتنی ہی اچھی بات ہوتی کہ ان لوگوں کو جتنی عقیدت اسلام دشمنوں سے ہے اتنی ہی قرآن و حدیث کو عام کرنے والوں سے بھی ہوتی' اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

ان لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ علماء حضرات تنگ نظر ہیں اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ وہ کون سی ترقی ہے؟ کیا علماء کرام کہتے ہیں کہ قومی شاہراہیں اچھی نہ ہوں' ایئرپورٹ وسیع و عریض نہ ہوں' تمام ملکی شہر صاف ستھرے نہ ہوں' تعلیمی ادارے وسیع نہ ہوں' جدید ٹیکنالوجی نہ ہو' ہسپتالوں میں جدید تقاضوں کے مطابق سہولتیں میسر نہ ہوں' زرعی ترقی نہ ہو' ملکی آبادی زیادہ سے زیادہ ترقی کر کے بلند مرتبے پر فائز نہ ہو' قوم کے جوان مرد و عورتیں اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کر کے دین اسلام اور ملک و ملت کے لئے باعث فخر نہ بنیں؟ کیا علماء کرام اس ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں؟؟ نہیں نہیں! خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ علماء حق صرف اور صرف مغرب کی طرف سے آئی ہوئی ہر بے حیائی کو برا مانتے ہیں اور اسی کے فروغ میں رکاوٹ بنتے ہیں' وہ بھی صرف اس لئے کہ مغربی کلچر میں بے حیائی' فحاشی' حرام کاری کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ اور اس وقت وہ خود بھی اپنے اس کردار و ثقافت سے تنگ آچکے ہیں اور اسی کلچر نے جس کو پاکستان کے جدید ترقی پسند لوگ مکمل طور پر لانا چاہتے ہیں۔ اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اشارے پر اس نے ہمیں سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ نہیں دیا۔ وہاں پر جنسی ملاپ عام ہے' عورتوں کو بھونڈے طریقے استعمال کر کے اس کو نام آزادی نسواں کا دیا گیا ہے اور مغربی لوگ اپنے ملک کی صنف نازک کو آزادی دے کر ان کی عزتوں سے کھیل رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ نے جو حقوق عورت کو عطا فرمائے ہیں' وہاں پر ان کے یہ حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ پاکستان میں رہنے والے مغربی آلہ کار اپنی عیاشی کو مزید چار چاند لگانے کے لئے پاکستان میں رہنے والی قوم کی ماؤں بہنوں بیٹیوں کو بے پردہ کر کے خود مختار بنا کر آزاد کر کے ان کی عزتوں سے کھیلنا چاہتے ہیں' لیکن علماء کرام نے بھی قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں اپنی ماؤں بہنوں بیٹیوں سے یہ سلوک نہیں ہونے دیں گے بلکہ رحمت للعالمین ﷺ نے جو حقوق عورت کو عطا فرمائے ہیں وہ حقوق دلوانے کی جدوجہد کرتے رہیں گے۔ دوسرا قصور علماء کرام کا یہ ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ملک کے خلاف اسلام کے خلاف خفیہ یا ظاہری سازش دیکھتے ہیں تو وہ اپنے ملک و ملت کی خیر خواہی کا حق ادا کرتے ہوئے حکومت و عوام کو اس کے بھیانک نتائج سے آگاہ کرتے ہیں۔ مفاد پرست ملک دشمن عناصر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ملت کافرہ اور اس کے حامیوں کو علماء کرام کے جذبہ جہاد سے بڑا خطرہ ہے جو کہ انہوں نے افغانستان میں سرانجام دیا ہے اور اب پوری دنیا میں مظلوم مسلمانوں کی حمایت نصرت خداوندی سے کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ماضی بعید ہو یا ماضی قریب دنیا میں جہاں کہیں بھی باطل نے سر اٹھایا تو یہی علماء کرام ہی تھے جنہوں نے تائید خداوندی سے علم حق بلند کیا' صعوبتیں برداشت کیں' جانیں دیں' جیلوں کی کوٹھریوں کو خوش آمدید کہا' لیکن کسی وقت کے فرعون کے آگے جھکے نہیں۔ جس کی مثال برصغیر کے حضرت مجدد الف ثانیؒ' شاہ ولی اللہ دہلویؒ' اسیر مالٹا مولانا محمود الحسنؒ' شاہ اسماعیل شہیدؒ' سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ' مولانا عبید اللہ سندھیؒ' مولانا مفتی محمودؒ' مولانا ابوالکلام آزادؒ' علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ' مولانا حق نواز جھنگوی شہید پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ مسلمانوں سے انگریز کے جادو کو ختم کر کے محمد عربی ﷺ اور اس کے غلاموں کا غلام بنائے' اسی میں دارین کی فلاح ہے (آمین)۔

●●

مفت مشورہ برائے خدمت خلق | دبلا پن | قد بڑھایئے
ہمارے پاس شفا کی کوئی گارنٹی نہیں۔ شفا کی گارنٹی صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔
مخصوص امراض | پچکے گال | گنجا پن
مفت مشورہ
فون دکان 680840 فون رہائش 680795
پتہ: حکیم بشیر احمد بشیر رجسٹرڈ کلاس اے گورنمنٹ آف پاکستان محلہ غلام محمد آباد چاندنی چوک فیصل آباد پوسٹ کوڈ 38900

آخری قسط

علم دین اور تعلیم نسواں

مولانا محمد اسماعیل احمد پور شرقیہ

گھر کے سادہ وپاکیزہ ماحول کی باپردہ زندگی اب قید محسوس ہونے لگی ہے

تو کیا جانبین کے جذبات میں جوش و ہیجان نہ پیدا ہوگا؟ جبکہ فطری طور پر مرد عورت میں ایک دوسرے کی طرف کشش کا مادہ "طبعا" موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل عموماً دوران تعلیم ہی اکثر طلبہ و طالبات کے مابین عشق و وفا کے عہد و پیمان اور کہانیاں شروع ہو جاتی ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ سب کچھ ہو گزرتا ہے جس کا تصور شادی بیاہ ہو جانے کے بعد کیا جا سکتا ہے۔ ناجائز تعلقات اور حرام کاری کا یہ غلیظ دھندہ اپنی روز افزوں ترقی کے باعث اب اس قدر عام ہونے لگا ہے کہ اس کے بھیانک انجام کو سوچتے ہوئے دل و دماغ ماؤف ہونے لگتے ہیں کہ خدایا! بعد چندے نامعلوم کیا کچھ سامنے آنے والا ہے؟

پچ تقلید مغرب سے سنو اے ایشیا والو\
کہ مغرب کی طرف جاتے ہی سورج ڈوب جاتا ہے

کتنے معزز گھرانوں کی نیک سیرت و نیک صورت بچیاں اس انگریزی تعلیم و تہذیب کی بھینٹ چڑھ کر بدنام زمانہ ہوئیں، کتنی پاک طینت دوشیزائیں سربازار رسوا ہوئیں، کتنیوں نے اپنی عزت و آبرو گنوا لینے کے بعد "انتقاماً" دوسری عفیفہ بچیوں کو بے حیائی کی اس دلدل میں پھنسا کر کے برباد کر دیا۔

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے

اسی لئے ظفر علی خاں مرحوم نے کیا خوب فیصلہ کن بات کہی۔

تہذیب نو کے منہ پر وہ تھپڑ رسید کر\
جو اس حرامزادی کا حلیہ بگاڑ دے

مگر ان جدید تعلیم و تہذیب کی دلدادہ بچیوں کے مقابلے میں وہ بچیاں جنہوں نے قرآن پاک اور دینی مسائل کی چند ابتدائی کتابیں مثلاً تعلیم الاسلام، بہشتی زیور وغیرہ پڑھی ہوتی ہیں، ان میں عموماً "شرم و حیا اور عزت و عفت کا جوہر موجود ہوتا ہے اور شریف الطبع انسان ہمیشہ ایسی ہی نیک بخت اور سادہ طبیعت لڑکی کو رشتہ ازدواج کے لئے زیادہ پسند کرتا ہے۔ اس لئے حقیقت تو یہ ہے کہ اکثر و بیشتر یہ جدید تعلیم و تہذیب ہی شادی بیاہ کے سلسلے میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اگر مندرجہ بالا بدیہیات و حقائق پر یقین نہ آئے تو شہروں اور دیہاتوں کا سروے (Survey) کر کے دیکھ لیا جائے کہ انگریزی خواندہ لڑکیاں زیادہ بے نکاح کے بیٹھی موجود ہیں یا دینی تعلیم یافتہ بچیاں؟

بعض لوگ کبھی یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ تعلیم کے بغیر بچی آداب زندگی اور طرز معاشرت نہیں سیکھ سکتی۔ وہ امور خانہ داری کما حقہ سرانجام نہیں دے سکتی وغیرہ وغیرہ۔

اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ جہاں تک تہذیب و ادب کا تعلق ہے اگر اس سے مراد شرم و حیا، تہذیب و شائستگی، چھوٹے بڑے کی تمیز، والدین کا ادب و احترام، بہن بھائیوں سے محبت و پیار، عزیز و اقرباء اور ہمسایوں سے حسن سلوک وغیرہ ہے، تو ان سب امور کی تعلیم تو دین نے دی ہے نہ کہ دنیوی علوم و فنون سائنس و ٹیکنالوجی اور انجینئرنگ و ڈاکٹری وغیرہ نے۔ رہے امور خانہ داری اگر ان سے مراد گھر کی صفائی، برتنوں کی ستھرائی، کپڑوں کی دھلائی، ان کی سلائی کڑھائی، اشیاء و خورد و نوش کی تیاری، بچوں کی دیکھ بھال، ان کی تعلیم و تربیت اور اخلاق و عادات وغیرہ کا خیال، گھر کے مال و اسباب کی حفاظت و نگہداشت ہے تو غور فرمائیے کہ یہ چیزیں گھر کی چار دیواری کے اندر رہ کر اپنی والدہ اور بہنوں سے سیکھنے کی ہیں یا اسکول، کالج اور یونیورسٹی کا مادر پدر آزاد ماحول ان چیزوں کی تعلیم دیتا ہے؟ ذرا خیال کیجئے کہ جو لڑکی بچپن سے لے کر بیس پچیس سال کی عمر تک ان جمیع امور سے نابلد رہی بلکہ وہ اپنے خورد و نوش اور لباس و پوشاک وغیرہ تک میں اپنی والدہ یا خادمہ کی محتاج رہی اسے کیا معلوم کہ یہ گھریلو کام کاج کس طرح سرانجام دیتے ہیں اور ایسی بے سلیقہ لڑکی کل کو اپنے شوہر و بچوں کی کیا خاک خدمت کرے گی جس نے آج تک اپنا کھانا اور ناشتہ ہی خود تیار نہ کیا ہو؟ ہاں اگر امور خانہ داری سے مراد باہر اندر کی آمد و رفت، روز کے مٹرگشت، جشن و تقریبات میں شرکت، صبح شام کی تبدیلی لباس و پوشاک، میک اپ زیب و زینت، آرائش و زیبائش، نمود و نمائش، فیشن پرستی وغیرہ ہے تو پھر ان چیزوں کی تربیت کے لئے بلاشبہ اسکول، کالج تو کیا یونیورسٹی تک لڑکیوں کو بھیجنا نہایت اہم اور ضروری ہے۔

بعض لوگ کبھی یہ بھی کہتے ہیں کہ تعلیم یافتہ لڑکی اپنا مسئلہ معاش خود حل کر کے اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکتی ہے جبکہ ناخواندہ بچی اولاً تو والدین پر بوجھ ہوتی ہے اور بعد از نکاح شوہر کے رحم و کرم پر ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہاں مسئلہ معاش کو ہوا بنا کر دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان عقل مندوں سے کوئی پوچھے کہ مسئلہ معاش عورت کا مسئلہ ہے کب جو تم اس کے سر ڈالتے ہو؟ حکم شرعی تو یہ ہے کہ اولاد (لڑکا لڑکی) جب تک نابالغ ہو، اس کے واجبی اخراجات کی ذمہ داری اس کے سرپرست (والدین وغیرہ) پر ہے اور جب بالغ ہوئی تو وہ خود ذمہ دار ہے، یہی وجہ ہے کہ بچی جونہی بالغ ہو فوراً اس کا نکاح بیاہ کر دینے کا حکم ہے تاکہ اس کے نان نفقہ، اخراجات وغیرہ کا بوجھ شوہر پر آ جائے جس کی تصریح کتاب و سنت میں موجود ہے۔ سو جب معاش عورت ذات کے ذمہ ہے ہی نہیں تو حصول معاش کے لئے پڑھی جانے والی اس جدید تعلیم اور اس کی ڈگریوں کی اسے کیا ضرورت؟ حقیقت یہ ہے کہ کھلم کھلا قسم کے لوگوں نے بڑی عیاری و چالاکی سے تعلیم نسواں کے خوشنما عنوان سے خواتین کے سادہ لوح طبقے کو خوب دھوکہ دیا ہے۔ آزادی و مساوات کا چکمہ دے کر ایک تو انہیں گھروں سے باہر نکال کر بے پردگی و آوارگی کا عادی بنایا تاکہ ہر جگہ در ہر شعبہ زندگی میں عورتوں کو اپنے ساتھ رکھ کر اپنی ناپاک نظروں کی تسکین کا سامان مہیا کر سکیں، دوسرا انہیں مزدوری و ملازمت کی محنت و مشقت میں اپنے ساتھ گھسیٹ کر دفتروں و کارخانوں تک پہنچایا اور اس طرح دھندہ معاش کا تقریباً نصف بوجھ اپنے سے اتار کر اس کمزور و ناتواں طبقے پر ڈال دیا گویا ایک تیر سے دو شکار کئے۔ پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ برسر روزگار عورت اپنے خاوند کی فرمانبرداری و ماتحتی کما حقہ قبول نہیں کرتی۔ بات بات پر خاوند کو بے نقط سنا دیتی ہے کہ تیری محتاج تھوڑی ہوں، اپنا کما کھا رہی ہوں وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ شریعت کی نگاہ میں عورت کی یہ بے باکی و نافرمانی بہت بڑا جرم ہے۔ سو غور فرمائیے کہ یہ ازدواجی بے کلی کس چیز کے نتیجے میں پیدا ہوئی؟

اگر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو موجودہ مہنگائی کا ایک بڑا سبب یہ تعلیم نسواں ہی ہے، جس کا بوجھ خواہ مخواہ والدین نے اپنے سر لے رکھا ہے اور جس قدر اخراجات بچیوں کی تعلیم پر ہو رہے ہیں اس قدر بچوں کی تعلیم پر نہیں ہو رہے۔ مثلاً ایک شخص بچوں کے ساتھ بچیوں کو بھی اسکول، کالج، یونیورسٹی میں پڑھا رہا ہے تو جیسے اسے بچوں کے لئے کتابوں، اسکول کالج وغیرہ کی فیسوں، آمد و رفت کا خرچ، یونیفارم (وردی)، ٹیوشن وغیرہ کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ اس سے کہیں بڑھ کر اسے بچیوں کے لئے ان سب چیزوں کا انتظام کرنا پڑتا ہے اور ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں روپے کے زائد اخراجات کا بوجھ وہ اپنے کندھوں پر اٹھاتا ہے۔ رہی دوران تعلیم روزانہ کی بے جا آمد و رفت سے پردہ کے احکام شرعیہ کی پامالی اور اس کے نتیجے میں جنم لینے والی عریانی و فحاشی تو اس کا صحیح اندازہ کیسے لگایا جا سکتا ہے حالانکہ عند اللہ

ں کی جو ابدی ہوتی ہے کہ بے پردگی و عریانی وغیرہ کو رواج ے کر مسلم معاشرے میں بے دینی و بے حیائی کیوں پھیلائی ں اور ایسا کرنے پر دردناک عذاب کی وعید خود قرآن کریم ں موجود ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ ان الذین یحبون ان تشیع فاحشتہ فی الذین امنوالھم عذاب الیم فی الدنیا لآخر واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔الآیتہ (سورۃ ور آیت۱۹ پ۱۸)

ترجمہ "جو لوگ چاہتے ہیں کہ پھیل پڑے برائی و کاری ایمان والوں میں' ان کے لئے دردناک عذاب ہے نیاو آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

اب بنظر انصاف دیکھئے کہ اس وقت ماحول و معاشرے ں پائی جانے والی بے پردگی و بدکرداری میں اس نام نہاد علیم نسواں کا حصہ کس قدر نمایاں ہے؟

بعض لوگ کبھی یہ کہتے بھی سنے جاتے ہیں کہ خواتین سلام نے جنگوں میں حصہ لیا ہے' مجاہدین کی خوراک و وردونوش وغیرہ کا انتظام کیا ہے۔ میدان جنگ میں زخمی جاہدین کو پانی پلانے اور ان کی دوا دارو کرنے کی خدمت سرانجام دی ہے۔ لہٰذا علماء کرام کا خواتین کو چار دیواری کے ندر رہنے کی تلقین کرنا' تنگ نظری اور بے جا جکڑ بندی ہے غیرہ وغیرہ۔

اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ کفار کے مقابلے میں مجاہدین اسلام کی معاونت و خدمت کے لئے بوقت ضرورت چند موقعوں پر مسلم خواتین کا میدان جنگ میں جانا بلاشبہ تاریخ اسلام میں موجود ہے اس سے کس کو انکار ہے؟ مگر سوال یہ ہے کہ ان پاکباز و غیرت مند مسلم خواتین کے جذبہ اسلامی کا حوالہ دے کر موجودہ دور کی آوارہ گرد و بے حجاب خواتین کی بے پردگی و آوارگی کو سند جواز فراہم کرنا آخر کہاں کی دیانت اور کہاں کا انصاف ہے؟

کیا جس مقصد عظیم (سربلندی اسلام) کے پیش نظر وہ خواتین اسلام گھر سے باہر نکلی تھیں' آج کالجوں' یونیورسٹیوں' بازاروں' کلبوں' ہوٹلوں' پارکوں وغیرہ میں بے محابہ پھرنے والی ان بے پردہ خواتین کا مقصد بھی وہی ہے؟ کیا وہ عفت مآب خواتین آج کل کی ان ماڈرن طالبات اور بے پردہ خواتین کی طرح' زیب و زینت اور آرائش و زیبائش کے ساتھ نمود و نمائش کرتے ہوئے بلکہ ناز نخرے دکھاتے ہوئے اور دعوت نظارہ و عشق بازی دیتے ہوئے گھر سے نکلتی تھیں؟

پھر وہ زخمی مجاہدین کی خدمت کے لئے میدان جنگ میں پہنچی تھیں' کیا آج کے یہ بازار و کلب' پارک و سینما گھر' اسکول کالج' یونیورسٹیاں وغیرہ میدان جنگ ہیں اور یہاں پھرنے والے بیچارے سب زخمی مجاہدین اسلام ہیں' جن کی تیمارداری و خدمت کے لئے یہ محترمات بے پردہ پھرتی نظر آتی ہیں۔ علمی لحاظ سے یہ بات کس قدر بدترین خیانت اور عامتہ المسلمین کو دھوکہ اور مغالطہ دینے کی کوشش ہے کہ زمانہ ابتداء اسلام کی مسلم خواتین کی غیرت دینی کی مثال بیان کرکے آج کی بے پردہ طالبات اور شوخ چشم خواتین کی عریانی و فحاشی کی غلیظ روش کی حوصلہ افزائی کرنا؟ حق تعالیٰ ہی فہم صحیح اور عقل سلیم عطا فرمائے کہ ابتداء اسلام کی غیرت دینی اور آج کے اس مظاہرہ بے دینی میں فرق سمجھ آسکے۔

بعض لوگ کبھی یوں بھی مغالطہ دیتے ہیں کہ خواتین اگر ڈاکٹر ہوں گی تو مریض عورتوں کو علاج معالجے کے لئے کسی مرد ڈاکٹر کے پاس نہ جانا پڑے گا اس طرح مریض عورتوں کو پردے کے ساتھ ساتھ علاج کی سہولت مہیا ہوسکے گی جو ایک بہت بڑی دینی خدمت بھی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس سلسلہ میں اولاً" گزارش یہ ہے کہ خدا رسول کے ارشادات و احکامات کی خلاف ورزی کرکے اور اپنی آخرت و عاقبت کو داؤ پر لگا کر کسی کو کوئی نفع پہنچانا" شرعی نقطہ نگاہ سے یقیناً خود فریبی اور عقلی لحاظ سے پرلے درجے کی حماقت ہے بلکہ مثل مشہور "نیکی برباد گناہ لازم" کا مصداق ہے۔

ثانیاً" یہ کہ بوقت تکلیف و بیماری شرع نے مریض عورتوں کو حکیموں' طبیبوں' ڈاکٹروں سے علاج کرانے کی اجازت دے رکھی ہے جیسا کہ ابتداء عالم سے آج تک یہ مسئلہ یونہی حل ہوتا آرہا ہے' سو ضرورت کے ایسے موقع پر شرعی رعایت سے فائدہ نہ اٹھانا بجائے خود غیر صحیح اور غیر مستحسن فیصلہ ہے۔ دیکھئے مثلاً حالت سفر میں نماز قصر پڑھنے کا حکم ہے یا اسی طرح مسافر یا مریض کو بوجہ تنگی سفر و تکلیف مرض رمضان المبارک کا فرض روزہ نہ رکھنے کی رعایت ہے کہ بعد میں رکھ لے اب جو شخص ان شرعی رعایتوں کو قبول نہ کرکے' خواہ مخواہ اپنے آپ کو تنگی و مشقت میں ڈال لے تو اس کا یہ عمل قابل ستائش نہیں بلکہ رعایت خداوندی سے منہ موڑنے کے مترادف ہے۔

ثالثاً" یہ شبہ ہی درحقیقت ایک خوشنما مفروضہ ہے کہ جب عورتیں ڈاکٹر ہوں گی تو مریض خواتین بجائے مرد ڈاکٹروں کے ان سے علاج کرائیں گی اس لئے کہ روز مرہ کا مشاہدہ یہ ہے کہ لیڈی ڈاکٹرز موجود ہونے کے باوجود اکثر و بیشتر خواتین اپنا علاج مرد ڈاکٹروں سے کراتی ہیں۔ خواہ اس کی وجہ یہ ہو کہ نفسیاتی طور پر مرد کو' عقل و فہم اور علم و تجربہ وغیرہ ہر لحاظ سے عورت سے فائق سمجھا جاتا ہے یا یہ ہو کہ خواتین کے بہت سے نازک امراض (Serious Cases) لیڈی ڈاکٹرز عموماً" تنہا نہیں نمٹا سکتیں بلکہ بسا اوقات انہیں کسی مرد ڈاکٹر سے تعاون حاصل کرنا ہی پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں مریض خواتین کو آپریشن کے لئے ابتدائی طور پر تیار کرنا' ان کا لباس وغیرہ بدلنا' آپریشن روم میں لے آنا' لے جانا وغیرہ اکثر اسپتالوں میں یہ سارے مراحل مرد ملازمین ہی طے کراتے ہیں تو خواتین کا مکمل پردے میں علاج معالجہ کرنے کا دعویٰ' جس کے لئے لاکھوں نوجوان لڑکیوں سے بے پردگی و آوارگی کا جرم کرایا گیا' اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں سالہا سال تک انہیں رلایا گیا وہ تو پھر بھی کماحقہ پورا نہ ہوسکا۔

رابعاً" یہ کہ کیا اسکولوں' کالجوں وغیرہ میں پڑھنے والی تمام لڑکیاں ہمیشہ اور یقینی طور پر ڈاکٹر بن کر خواتین کی خدمت علاج ہی بجالاتی ہیں؟ کیا جو لڑکیاں میڈیکل کالجوں کے علاوہ دوسرے بیسیوں قسم کے کالجوں میں پڑھتی ہیں اور اسی طرح ایک کثیر تعداد لڑکیوں کی یونیورسٹیوں تک میں موجود ہے کیا یہ سب بھی خدمت دین یا خدمت خلق کے کسی ایسے شعبے کے لئے تیار ہورہی ہیں' جو صرف خواتین ہی سرانجام دے سکتی ہیں اور مرد حضرات اس کی انجام دہی سے قاصر ہیں؟

خامساً" یہ کہ یہ برائے نام فائدہ تو ان بہی خواہان قوم کو نظر آنے لگتا ہے کہ ایک لڑکی ڈاکٹر بن کر کل کو پچاس سو یا کم و بیش خواتین کا علاج (آپریشن وغیرہ) کردے گی۔ مگر یہ بات ان حضرات کے ذہن سے کیوں اتر جاتی ہے کہ نوجوان بچیوں کو جدید تعلیم دلانے کے نتیجے میں دینی مفاسد اور اخلاقی خرابیاں کس قدر پیدا ہوتی ہیں؟

غور فرمایئے کہ ایک بچی پانچ چھ سال کی عمر سے لے کر تقریباً بیس پچیس سال تک اسکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں کے آوارہ مزاج ماحول میں رہی' روزانہ نئے سے نئے روپ میں بن سج کر گھر سے باہر آتی جاتی رہی۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں نامحرم نوجوان لڑکوں' مردوں کو اس نے دیکھا۔ انہوں نے اس سے آنکھیں چار کیں' بے پردگی و بے حجابی کے اس حیا سوز انداز نے طبعی شرم و لحاظ کا تقریباً خاتمہ کردیا' الا ماشاء اللہ جس کے نتیجے میں عیاشی' فحاشی' اغواء' حرام کاری' غنڈہ گردی' قتل و غارت گری وغیرہ جیسی وارداتیں وقوع پذیر ہونے لگیں' کتنی عفیفہ بچیوں کی عزتیں و عصمتیں اس عریاں نظام تعلیم و تہذیب کی بھینٹ چڑھیں' پردہ کے متعلق بیسیوں آیات قرآنیہ اور سیکڑوں احادیث نبویہ ﷺ کی علی الاعلان مخالفت بلکہ کھلے بندوں گویا ان سے بغاوت کا اظہار کیا گیا...... کیا کوئی سلیم الطبع اور صحیح العقل انسان اس معمولی بلکہ موہومی فائدے کے پیش نظر اتنی بڑی دینی و اخلاقی تباہی کو گوارا کرسکتا ہے؟

رہا اس تعلیم کا تھوڑا بہت فائدہ تو وہ تو مضر اور نقصان دہ چیزوں میں بھی کسی نہ کسی درجے میں موجود ہوتا ہے۔ مثلاً شراب اور جوئے کے متعلق قرآن کریم نے کہا۔

قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس....الآیتہ (سورۃ بقرہ آیت۲۱۹ پ۲)۔ ان دونوں میں گناہ بڑا ہے اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں مگر باوجود ان فوائد کے ہر دو (شراب' جوا) کو حرام قرار دیا گیا۔ ٹھیک اسی طرح پر اس جدید تعلیم نسواں کو سمجھئے کہ اس سے لکھائی پڑھائی کا کچھ نہ کچھ فائدہ تو ضرور حاصل ہوتا ہے مگر اس کے مفاسد و تباہ کاریاں اس قدر ہیں کہ پناہ بخدا۔

الغرض تعلیم سے مقصود' اصلاح عقائد و اعمال اور درستگی اخلاق و کردار ہے جو علم دین ہی سے ممکن ہے اور مرد عورت ہر دو کے لئے ضروری ہے۔ رہے دنیوی علوم و

باقی ص۲۶ پر

قسط نمبر۱

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ

انگریزوں نے برصغیر کے باشندوں کے اخلاق تباہ کردیئے

آج انگریزوں نے مسلمانوں کی تمام خوبیوں کو مٹا کر بد اخلاقیاں اور برائیاں پیدا کردیں

ہندوستان قدیم زمانہ سے روحانی پیشواؤں کا مرکز رہا ہے اور انہیں کا اثر تھا کہ انگریزی عروج تک یہاں کے عام باشندے اعلیٰ ترین کیرکٹر اور اخلاق کے عادی تھے۔ سر تھامس منرو جو کہ شہنشاہ جہانگیر کے زمانہ میں آیا تھا ہندوستانیوں کی تہذیب اور تمدن کو دیکھ کر دنگ ہوگیا۔ اسی بناء پر وہ اپنے مقالہ میں جس کو ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں ہندوستانیوں کے اوصاف ذکر کرنے کے بعد کہتا ہے۔

"ہر شخص میں مہمان نوازی اور خیرات کرنے کا مبارک جذبہ موجود ہو اور سب سے زیادہ یہ کہ صنف نازک پر پورا اعتماد کیا جاتا ہو اس کی عزت، عصمت عفت کا لحاظ رکھا جاتا ہو یہ ایسے اوصاف ہیں جن کے ہوتے ہوئے ہم اس قوم کو غیر مہذب اور غیر متمدن نہیں کہہ سکتے۔ ایسی صفات کی موجودگی میں ہندوستان کو یوروپی اقوام سے کسی طرح کمتر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر انگلستان اور ہندوستان کے درمیان تہذیب و تمدن کی تجارت کی جائے تو مجھے کامل یقین ہے کہ ہندوستان سے تمدن کی جو کچھ درآمد انگلستان میں ہوگی اس سے انگریزوں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔"

یہ الفاظ صاف طور سے بتلا رہے ہیں کہ ہندوستانیوں میں اس نے ایسے اخلاق جمیلہ اور اعمال حسنہ کا مشاہدہ کیا تھا جن کے حاصل کرنے کی وہ اہل انگلستان کو ترغیب دیتا ہے اور ان کے حاصل ہونے سے انگریزوں کے لئے بہت فائدہ دیکھتا ہے۔ اس زمانہ میں عام طور سے ہندوستانیوں میں مہمان نوازی، انسانی ہمدردی، غرباء اور مصیبت زدوں پر شفقت اور رحم، عہد و پیمان کا تحفظ اور پابندی، خدا ترسی اور سچائی، امانت داری اور حفاظت وفاداری اور صداقت، دیانت داری اور عدالت، بلند حوصلگی اور شرافت، بیدار مغزی، جفاکشی، چستی اور بیداری، شجاعت اور مردانگی وغیرہ اوصاف جمیلہ بڑے پیمانہ پر پائے جاتے تھے۔ سچ بولنا تو اس قدر ضروری سمجھا جاتا تھا کہ جرائم پیشہ اشخاص بھی اس کے بہت زیادہ پابند ہوتے تھے۔ کرنیل سلیمان (جس نے ٹھگوں کی سرکوبی میں کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے) کہتا ہے۔

"میرے تجربہ میں صدہا مثالیں ایسی آچکی ہیں کہ ایک آدمی کی دولت آزادی اور زندگی جھوٹ سے بچ سکتی تھی مگر وہ جھوٹ ہی نہ بولا۔"

(داوابھائی۔ حکومت خود اختیاری ص۸۸)

اور یہی وجہ تھی کہ تجارتی بہی کھاتے نہایت معتبر شمار کئے جاتے تھے اور ان کی شہادتیں فیصلوں میں نہایت زیادہ قابل اعتبار سمجھی جاتی تھیں۔ سر اراسکن پیری (ایک سب کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے) کہتا ہے۔

"تجارتی کھاتوں کی وہ حرمت تھی کہ کسی متنازعہ لین دین کے بارہ میں ان کا پیش ہو جانا عدالت کے نزدیک ناقابل تردید شہادت سمجھا جاتا تھا۔"

(داوابھائی ص ۱۴۳ حکومت خود اختیاری ص۸۸)

آج بھی ان مقاموں کے بسنے والے ہندوستانیوں میں جو موجودہ تمدن اور نظام سے بہت دور ہیں پرانے اخلاق جمیلہ کی تیز جھلک دکھائی دیتی ہے۔ مصنف حکومت خود اختیاری لکھتا ہے۔

"جو لوگ پہاڑوں پر جاتے ہیں وہ روزانہ دیکھتے ہیں کہ پہاڑیوں میں جھوٹ بولنے اور چوری کرنے کی قابلیت اب تک پیدا نہیں ہوئی۔ جو مال ان کے سپرد کردیا جاتا ہے اسے وہ راستہ میں ہاتھ نہیں لگا سکتے اور اگر صحیح مقام کا پتہ نہیں چلتا تو اسے پولیس کی سپردگی میں دے دیتے ہیں جن کی دیانت داری خود مشتبہ ہوتی ہے۔ یہ عادات ان کی اس وجہ سے قائم ہیں کہ ان کا اصلی وطن پہاڑوں میں موجودہ تمدن سے دور ہے۔" (ص۸۸)

مگر افسوس ہے کہ انگریزی راج نے ہندوستان کی ان تمام خوبیوں کو تقریباً مٹا دیا اور ان کے بجائے تمام بداخلاقیاں اور برائیاں پیدا کردیں۔ لارڈ میکالے کہتا ہے۔

"زمانہ سابق میں جس طرح زوردار اور باثر لوگوں کو افیون کے پوست پلا کر کاہل، پست ہمت اور بدعقل بنادیا جاتا تھا۔ ہمارا نظام سلطنت اسی طرح اہل ہند کو بے کار کردے گا۔" (حکومت خود اختیاری)

اخلاقی بربادی کے اسباب و ذرائع

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ارکان شرافت و اخلاق سے تہی دامن تھے

مذکورہ بالا برائیوں اور کیرکٹر کی کمزوریوں کے اسباب متعدد ہیں۔

اول: یہ کہ ابتداء میں جن انگریزوں کی آمد و شد اور جن کے ہاتھ میں اقتدار کی باگ کی ملکیت تھی وہ اصل سے ایسے ہی ذلیل و خوار اخلاق والے تھے۔ اور اکثر ایسے لوگ بھی تھے جو کہ یہاں پر آکے ایسے ہی بدترین اخلاق و اعمال قصداً اختیار کرلیتے تھے۔ کمپنی کے ذمہ دار لوگ ایسوں ہی کو اپنی اغراض کے لئے چنا کرتے تھے۔ چنانچہ مدراس کے بڑے پادری صاحب نے ۱۷۷۶ء میں کمپنی کے ڈائریکٹروں کو مندرجہ ذیل الفاظ لکھے تھے۔

"آپ کے ملازموں کی بداعمالیوں سے ہندوستانیوں کی نظروں میں آپ کے خدا کی جتنی بے عزتی ہوتی ہے اور آپ کا مذہب جتنا بدنام ہو رہا ہے اس کی کیفیت اگر آپ کو معلوم ہو جائے تو آپ کے آنسوؤں کی ندیاں بہہ جائیں جو لوگ آتے ہیں ان میں بعض تو قاتل ہیں۔ بعض آدمیوں کو بھگا لے جانے کا کام کرتے ہیں اور بعض انگلستان میں بیویاں چھوڑ کر آتے ہیں اور یہاں پھر شادیاں کرلیتے ہیں۔"

(برٹش انڈیا کے قدیم کاغذات از وہیلر ص۷۰) (روشن مستقبل ص۳۴)

۱۶۰۰ء میں جبکہ کمپنی نے ہندوستان میں تجارت کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے گورنمنٹ انگلستان کو درخواست دے رکھی تھی اور منظوری کا مسئلہ زیر غور تھا تب گورنمنٹ کی طرف سے کمپنی والوں کو لکھا گیا تھا کہ تم اپنی مہم میں سر ایڈورڈ مائیکل بورون کو نوکر رکھ لو تو اس کے جواب میں کمپنی کا عجیب و غریب حسب ذیل ریزولوشن بھیجا گیا۔

"کسی ذمہ داری کے کام پر جنٹل مین کو نہ رکھا جائے اور گورنمنٹ سے درخواست کی جائے کہ ہمیں اپنے کاروبار کے لئے اپنے ہی قسم کے لوگوں کا انتخاب کرنے کی اجازت دی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شرفاء کو نوکر رکھنے سے (کمپنی کے) عوام الناس (حصہ دار) شبہ میں پڑ کر روپیہ واپس لینے لگیں۔"

(تاریخ برٹش انڈیا مصنفہ جیمس مل ص۲۳) (روشن مستقبل ص۳۵)

مذکورہ بالا شہادتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انگلستان کے چھٹے ہوئے بدمعاش بدکار غنڈے اور لوفر جرائم پیشہ لوگ ہندوستان بھیجے جاتے تھے ایسے لوگوں کے اقتدار اور ان کی کثرت سے جو کچھ نتائج قبیحہ پیدا ہوں گے وہ ظاہر و باہر ہیں۔ علاوہ ازیں جو انگریز انگلستان میں جرائم پیشہ نہیں بھی تھے ان لوگوں کی صحبت اور مالدار بننے کی شدت حرص اور طمع اور سزا سے بے خوفی کی بنا پر یہاں بدترین جرائم پیشہ بن جاتے تھے۔ وارن ہسٹنگس (جو کہ ہندوستان کا مشہور گورنر اور ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی بنیاد رکھنے والوں میں سے نمبر اول شمار کیا جاتا ہے) کہتا ہے۔

"انگریز ہندوستان میں آکر بالکل نیا انسان بن جاتا ہے۔ جن جرائم کی وہ اپنے ملک میں کبھی جرات کر ہی نہیں سکتا ہندوستان میں ان کے ارتکاب کے واسطے انگریز کا نام جواز کا حکم رکھتا ہے اور اس کو سزا کا خیال تک نہیں ہو سکتا۔"

(علم المعیشۃ برنی ص۵۸۹)

یہ ہسٹنگس صاحب وہی ہیں جنہوں نے انتہائی وحشت اور بربریت سے روہیلہ قوم اور ان کی حکومت کو محض تھوڑے سے لالچ میں نواب اودھ سے ساز باز کرکے برباد کر ڈالا۔ جن کی ملعون بداعمالیوں کا پول اس مقدمہ کی مسل سے کھلتا ہے جو ان پر انگلستان میں قائم کیا گیا تھا مگر ایسے وحشی درندے بھی اس زمانہ کے انگریزوں کی بداعمالیوں کے شاکی ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ کیسے کیسے لوگ یہاں آئے اور انہوں نے کیسی کیسی زہریلی گیس ہندوستان میں پھیلائی ٹامس سڈبنسہم کہتا ہے۔

"میں ہمیشہ سے دیکھتا ہوں کہ بمقابلہ اور قوموں کے انگریز غیر ممالک میں سب سے زیادہ چیرہ دستی کرتے ہیں اور ہندوستان میں بھی یہی واقعہ پیش آرہا ہے۔"

(علم المعیشۃ برنی ص۵۸۹)

ہسپانیوں وغیرہ کے شرمناک مظالم امریکہ وغیرہ میں تو مشہور ہیں ہی مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انگریزوں نے جو مظالم اور ملعون بداعمالیاں ہندوستان میں کی ہیں وہ ڈچوں، پرتگیزیوں، ہسپانیوں وغیرہ کے مظالم سے بدرجہا زائد اور ننگ انسانیت تھے اور ان کا کیرکٹر سب سے زیادہ گرا ہوا تھا۔ ایسے کیرکٹر والوں کی وجہ سے جو کچھ بربادی اخلاق اور اعمال کی اور جس قدر ان کی وجہ سے ملک کی ابتری پیدا ہو وہ ظاہر و باہر ہے۔

ان بداعمال اور بداخلاق نجس کیرکٹر والے انگریزوں نے حسب طبع اپنے گرد اگرد ایسے ہی جرائم پیشہ بداطوار لوگوں کو جمع کرلیا اور ان کے ذریعہ سے لوٹ مار غارت گری اور انسانیت سوز مظالم کا بازار گرم کردیا۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

مسٹر ہی بل کہتا ہے۔

"جس زمانہ میں کمپنی کی ملازمت محض تجارتی تھی اور کمپنی کے ملازمان ملک کے حالات سے ناواقف تھے تو وہ اکثر چھوٹے ملازموں سے جو بنئے کہلاتے تھے کام لیا کرتے تھے۔" (روشن مستقبل ص۵۱)

مسٹر برک ان بنیوں کے متعلق مندرجہ ذیل کلمات لکھتا ہے۔

"بنیا یا دیوان انگریز کے گھر کا منتظم ہوتا ہے۔ وہ ان تمام چالبازیوں فریب اور عیاریوں سے واقف ہوتا ہے جو مظالم کی سزا سے بچنے کے لئے ایک غلام استعمال کرتا ہے۔ بنیا لوٹتا ہے۔ استحصال بالجبر کرتا ہے۔ غارت گری کرتا ہے اور پھر اس میں سے جس قدر مناسب سمجھتا ہے اپنے صاحب کو بھی دے دیتا ہے۔ ان بنیوں نے بڑے بڑے گھر الٹ دیئے ہیں ملک کو برباد کردیا ہے اور سرکاری مالگزاری کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔"

خود حکام وقت (انگریز) ان کے ذریعہ سے ذاتی نفع حاصل کرتے تھے چنانچہ بہت سے علاقے بنیوں کے نام ٹھیکے پر دیئے جاتے تھے لیکن اصلی ٹھیکہ دار کوئی باختیار انگریز ہوتا تھا جو خود پردہ میں رہتا تھا۔ چنانچہ انہیں انگریز ٹھیکہ داروں کی بدولت پرانے پرانے شریف اور خاندانی ہندو اور مسلمان اپنی اپنی زمینداریوں سے جبراً اور ملک کے دستور کے خلاف بے دخل اور محروم کردیئے گئے۔

اس وقت کے قانون کی رو سے ایک شخص کو ایک لاکھ سے زیادہ مال گزاری کا ٹھیکہ دینا جائز نہ تھا مگر بڑے بڑے صاحب لوگوں کے بنئے قانون سے آزاد تھے۔ خود وارن ہسٹنگز گورنر جنرل کا بنیا کنتو بابو تیرہ لاکھ کا ٹھیکیدار تھا۔ (برک مقدمہ ہسٹنگز جلد اول ص۱۳۹)

ایک دوسرا بنیا گنگا گوبند بھی وارن ہسٹنگز کا آلہ کار تھا اور اس کی نسبت دارالعوام میں جولائی ۱۷۸۵ء میں ایک حساب دکھایا گیا تھا جس کی رو سے گنگا گوبند سنگھ کی کمائی تین کروڑ بیس لاکھ روپے کے قریب پہنچتی تھی۔ (برک مقدمہ ہسٹنگز جلد اول ص۲۱۳)

اسی طرح گورنر کے دیوان رام چند کی نسبت بیان کیا گیا تھا کہ وہ ساٹھ روپے ماہوار کا ملازم تھا مگر اس نے ساڑھے بارہ کروڑ کے قریب ترکہ چھوڑا۔ کمپنی کے ایجنٹ روپ کشن کے پاس اتنی دولت تھی کہ اس نے ماں کے مرنے پر نو لاکھ روپیہ صرف کیا۔ یہی وہ بنئے تھے جن کو خاک سے اٹھا کر انگریزوں نے آسمان پر پہنچا دیا۔ پہلے ٹھیکوں کے ذریعہ بڑی جائدادوں پر قابض ہوئے اور پھر دوامی بندوبست کے بعد مالک بن گئے۔ آگے چل کر سود وغیرہ محدود کردیا گیا۔ اور قرضوں میں آراضیاں اور جائدادیں نیلام ہونے کا قانون نافذ کیا گیا۔ ان قوانین سے قدیم شریفوں اور سیٹھوں کے گھرانے برباد ہوگئے اور بڑے بڑے علاقے ان نئے سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں پہنچ گئے۔ پرانے زمینداروں پر ان بنیوں نے جو جو ظلم کئے اور جن جن فریبوں کے ساتھ انہیں لوٹا اس کا اندازہ صرف دیبی سنگھ کی مثال سے ہو سکتا ہے دیبی سنگھ بھی کلکتہ کی حکومت کے محبوب بنیوں میں سے تھا چنانچہ بنگال کے بڑے بڑے علاقے اسی کو ٹھیکہ پر دیئے گئے تھے۔ دیبی سنگھ آبرودار لوگوں کو ہتھکڑیاں پہنا کر حوالات میں رکھتا اور اضافہ کا اقرار کراتا تھا اس نے مال گزاری کے علاوہ نئے نئے محصول اور ابواب ایجاد کرلئے تھے۔ اور جب زمیندار پر بقایا نوٹتی تو اس کی زمینداری سستے داموں نیلام کرا کر خود مول لے لیتا اور یہ قیمت بھی اسی روپیہ سے ادا کرتا جو انہیں زمینداروں سے پیشگی وصول کرچکا ہوتا۔ اس بنئے نے اکثر معافیاں چار چار آنہ بیگہ کے حساب سے مول لے لی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ علاقے کے علاقے ویران ہوگئے اور بقول مسٹر برک زمیندار گھربار اور نوکر چاکر سب چھوڑ کر نکلے اور بھاگنے سے پہلے اپنی آنکھوں دیکھ لیا کہ وہ اوقاف نیلام ہورہے ہیں جو انہوں نے یا ان کے بزرگوں نے خدا کی راہ میں اس لئے دے رکھے تھے کہ ان کی آمدنی سے بیواؤں، یتیموں، لنگڑے، لولوں اور اپاہجوں کی امداد کی جائے۔ وہ جائیدادیں بھی جو انہوں نے کفن دفن اور مرنے کی رسموں کے لئے علیحدہ کر رکھی تھیں فروخت کردی گئیں افسوس کہ جاں کنی کے وقت سکون اور اطمینان سے گزر جانے کا سہارا بھی اس ظالم ہاتھ نے قطع کردیا۔ اف کیسا ظالم ہاتھ تھا جس کا ظلم چتا کی آگ سے زیادہ جلانے والا، قبر سے زیادہ حریص اور موت سے زیادہ بے رحم تھا۔"

(روشن مستقبل ص۵۲۔۵۳۔۵۴ از برک کی تقریر جلد اول ص۲۱۹۔۲۲۰)

سر ولیم وڈربرن لکھتا ہے۔

"بالعموم ہمارے اعلیٰ عہدیداروں کو اپنے خلاف مزاج کی باتیں ناگوار معلوم ہوتی ہیں اور اس وجہ سے وہ لوگوں کے معتمد علیہ اشخاص کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتے اور اپنی مراعات و کرم ان لوگوں کے لئے مخصوص رکھتے ہیں جو ذلیل ترین، خوشامدی اور ہندوستانیوں کے مفاد کے لئے سخت خطرناک جماعت ہے۔"

(حکومت خود اختیاری ص۵۰ از تقاریر و تحاریر وڈربرن ص۲۰۴۔۲۰۸)

پھر یہی نہیں ہوا کہ ایسے جرائم پیشہ بداخلاق اور بداعمال لوگ ایک مرتبہ آکر ملک میں بس گئے بلکہ ایسے لوگوں کی آمد کا دوامی طور پر تانتا باندھ دیا گیا۔ ہر سال ایک جماعت اپنی حرص و آز پوری کرکے اور چند سال یہاں لوٹ مار غارت گری وحشیانہ درندگی عمل میں لا کر لوٹتی تھی اور دوسری جماعت ویسی ہی آدھمکتی تھی۔ اس قسم کے لوگوں کی شکایت میں کرناٹک کے بدقسمت نواب نے ڈائریکٹران کمپنی کو حسب ذیل مضمون کا خط لکھا تھا۔

"آپ کے نوکروں کا اس ملک میں کوئی کاروبار تو ہے نہیں۔ نہ آپ انہیں معقول تنخواہیں دیتے ہیں پھر بھی چند ہی سال میں وہ کئی کئی لاکھ اشرفیاں کما کر واپس جاتے ہیں۔ اتنی قلیل مدت میں بغیر کسی ظاہری ذرائع کے یہ بے حساب کمائی کہاں سے آتی ہے ہم اور آپ دونوں سمجھتے ہیں۔" (روشن مستقبل ص۳۸ از تصانیف برک جلد ۳ ص۱۹۷)

(جاری)

(قسط نمبر۲)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مجازی نبوت کا تار عنکبوت

++

شریعت اور امت :- دعویٰ رسالت اور وحی نبوت کے بعد تیسرا مرحلہ شریعت کا باقی رہ جاتا ہے۔ عقلاً یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول یا نبی دنیا میں آئے اور وہ کوئی جدید یا قدیم شریعت لے کر نہ آئے۔ مرزا صاحب بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں رہ سکتے تھے' چنانچہ انہوں نے اسی ولو تقول کی بحث میں اپنے صاحب شریعت ہونے کا ثبوت دے کر اپنے مخالفین کو ملزم کیا ہے' فرماتے ہیں۔

"اور اگر کہو کہ صاحب الشریعۃ افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری۔ تو اول تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی (بلکہ مطلق دعویٰ وحی نبوت ہی کو ہلاکت کے لئے کافی قرار دیا ہے۔ ناقل)

ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں' کیونکہ (مجھ پر صاحب الشریعت کی یہ تعریف پوری صادق آتی ہے' چنانچہ) میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی' مثلاً یہ الہام قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم' ذالک ازکی لھم یہ براہین احمدیہ میں درج ہے' اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزر گئی' اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔

اور اگر کہو کہ شریعت سے مراد وہ شریعت ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے۔

اور اگر کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر و نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے' کیونکہ توریت یا قرآن شریف میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی' غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتہ اندیشیاں ہیں۔"

(اربعین نمبر۴ ص۶،۷)

اس طویل اقتباس کا حاصل یہ ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک شریعت کی آخری دو تعریفیں غلط ہیں اور پہلی صحیح ہے اور اس صحیح تعریف کے مطابق ان کا دعویٰ ہے کہ وہ صاحب شریعت ہیں' اور وہ تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی امت کے لئے ایک قانون شریعت وضع کیا ہے جو سابقہ شریعت سے توارد رکھتا ہے۔

معجزات :- انبیاء کرام کی تائید کے لئے انہیں خرق عادت معجزات اور نشانات بھی عطا کئے جاتے ہیں' جنہیں دیکھ کر مخلوق کو ان کی صداقت و حقانیت کا یقین ہو جاتا ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

"دنیا میں ہزاروں آدمی ہیں کہ الہام اور مکالمہ الہیہ کا دعویٰ کرتے ہیں مگر صرف مکالمہ الہیہ کا دعویٰ کچھ چیز نہیں ہے جب تک اس قول کے ساتھ' جو خدا کا سمجھا گیا ہے خدا کا فعل یعنی معجزہ نہ ہو۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۵۹)

مرزا صاحب نے بھی اپنے دعوائے نبوت و رسالت کو اعجاز نمائی سے محروم نہیں رکھا' ان کی سینکڑوں عبارتوں میں سے چند جملے یہاں نقل کئے جاتے ہیں' جن سے ان کے معجزات کی شان و شوکت اور ان کی نبوت و رسالت کی عظمت بھی واضح ہو گی۔

ا۔ "ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ اس جگہ وہ معجزات کہاں ہیں؟ تو میں صرف یہی جواب نہیں دوں گا کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۳۶)

۲۔ "اور خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوحؑ کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔ مگر میں ان لوگوں کو کس سے مثال دوں وہ اس خیرہ طبع انسان کی طرح ہیں جو روز روشن کو دیکھ کر پھر بھی اس بات پر ضد کرتا ہے کہ رات ہے دن نہیں۔"

۳۔ "اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے' لیکن چونکہ یہ آخری زمانہ تھا اور شیطان کا مع اپنی ذریت کے آخری حملہ تھا اس لئے خدا نے شیطان کو شکست دینے کے لئے ہزارہا نشان ایک جگہ جمع کر دیئے' لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔" (چشمہ معرفت ص۳۱۷)

مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ جو زلزلے' طاعون اور دیگر آفات ان کے زمانے میں نازل ہوئیں وہ بھی ان کی رسالت و نبوت کا معجزہ اور نشان ہے۔ اس سلسلہ میں بھی ان کے ایک دو اقتباس ملاحظہ فرمایئے۔

۴۔ "خدا تعالیٰ کے تمام نبی اس بات پر متفق ہیں کہ عادت اللہ ہمیشہ سے اسی طرح پر جاری ہے کہ جب دنیا ہر ایک قسم کے گناہ کرتی ہے اور بہت سے گناہ ان کے جمع ہو جاتے ہیں تب اس زمانہ میں خدا اپنی طرف سے کسی کو مبعوث فرماتا ہے' اور کوئی حصہ دنیا کا اس کی تکذیب کرتا ہے' تب اس کا مبعوث ہونا دوسرے شریر لوگوں کی سزا دینے کے لئے بھی' جو پہلے مجرم ہو چکے ہیں' ایک محرک ہو جاتا ہے' اور جو شخص اپنے گزشتہ گناہوں کی سزا پاتا ہے۔ اس کے لئے اس بات کا علم ضروری نہیں کہ اس زمانہ میں خدا کی طرف سے کوئی نبی یا رسول بھی موجود ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۶۰-۱۶۱)

۵۔ "سان فرانسسکو وغیرہ مقامات کے رہنے والے جو زلزلہ اور دوسری آفات سے ہلاک ہو گئے ہیں' اگرچہ اصل سبب ان پر عذاب نازل ہونے کا ان کے گزشتہ گناہ تھے۔ مگر یہ زلزلے ان کو ہلاک کرنے والے میری سچائی کا ایک نشان تھے۔ کیونکہ قدیم سنت اللہ کے موافق شریر لوگ کسی رسول کے آنے کے وقت ہلاک کئے جاتے ہیں۔" (ص۱۶۱)

۶۔ "یاد رہے کہ خدا کے رسول کی خواہ کسی حصہ زمین میں تکذیب ہو' مگر اس تکذیب کے وقت دوسرے مجرم بھی پکڑے جاتے ہیں جو اور ملکوں کے رہنے والے ہیں جن کو اس رسول کی خبر بھی نہیں' جیسا کہ نوحؑ کے وقت میں ہوا۔" (ص۱۶۱)

۷۔ "سو یاد رہے کہ جب خدا کے کسی مرسل کی تکذیب کی جاتی ہے' خواہ وہ تکذیب کوئی خاص قوم کرے یا کسی خاص حصہ زمین میں ہو مگر خدا تعالیٰ کی غیرت عام عذاب نازل کرتی ہے۔" (ص۱۶۲)

۸۔ "میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا فضل اپنے طور سے میرے شامل ہے کہ میری اتمام حجت کے لئے اور اپنے نبی کریم کی اشاعت دین کے لئے خدا تعالیٰ نے وہ سامان مقرر کر رکھے ہیں کہ پہلے اس سے کسی نبی کو میسر نہیں آئے تھے۔"

(ص۲۲۶)

یہاں ہمیں اس امر سے بحث نہیں کہ مرزا صاحب جن امور کو "معجزات" کے نام سے موسوم کرتے ہیں وہ واقعۃً معجزہ ہیں بھی یا نہیں اور یہ کہ ان سے ان کی رسالت و نبوت ثابت بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ یہاں محل غور صرف یہ امر ہے کہ مرزا صاحب کس طرح اصرار و تکرار کے ساتھ نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتے ہیں' پھر کس طرح اس کے لئے "وحی الہیٰ" کا بارش کی طرح نازل ہونا بیان کرتے ہیں' پھر کس تحدی کے ساتھ اپنی رسالت و نبوت کے ثبوت میں دنیا کے سامنے اپنے [illegible]

کس طرح ان معجزات میں تمام انبیاء کرام سے برتری اور فوقیت کا ادعا کرتے ہیں' اور کس طرح اپنے کو تمام انبیاء کرام کے معیار پر بار بار پیش کرتے ہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مرزا صاحب نے سرے سے نبوت و رسالت کا دعویٰ درحقیقت کیا ہی نہیں' تو فرمایئے کہ وہ حقائق کی دنیا میں رہتا ہے یا احمق کی جنت میں؟

دعوت :۔ منصب نبوت و رسالت سے سرفراز ہونے کے بعد انبیاء کرام کا مشن شروع ہوتا ہے' وہ مبعوث ہو کر مخلوق کو ایمان باللہ کی دعوت دیتے ہیں' اور اسے یہ بتاتے ہیں کہ دنیا کی فلاح اور آخرت کی نجات صرف ان کے قدموں سے وابستہ ہے۔ ان کی پیروی ہی موجب نجات ہے' اور ان سے پہلے جتنے نبی گزر چکے ہیں صرف ان پر ایمان لانا کافی نہیں۔ اب مرزا صاحب کو دیکھئے کہ وہ کس طرح انبیاء کرام کی نقالی کرتے ہوئے تمام انسانیت کو اپنے دعویٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں اور کس طرح تمام انسانیت کی نجات و فلاح کو اپنے قدموں سے وابستہ بتلاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مرزا صاحب کی سینکڑوں عبارتوں میں سے چند درج ذیل ہیں۔

ا۔ "چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم اور اس وحی کو جو میرے اوپر نازل ہوتی ہے فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے۔... اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی اور تمام انسانوں کے لئے مدار نجات ٹھہرایا ہے' جس کی آنکھیں ہوں دیکھے' اور جس کے کان ہوں سنے۔"

(اربعین نمبر ۴ حاشیہ ص ۶)

۲۔ "ان کو کہہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم قبول کرو گے یا نہیں۔ پھر ان کو کہہ کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم ایمان لاؤ گے یا نہیں۔"

(ترجمہ عربی الہام حقیقتہ الوحی ص ۷۱)

۳۔ "اور ایمان والوں کو خوشخبری دے کہ خدا کے حضور میں ان کا قدم صدق پر ہے۔" (ترجمہ عربی الہام ص ۷۴)

۴۔ "صفہ کے رہنے والے اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہیں صفہ کے رہنے والے۔ تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے۔ وہ تیرے پر درود بھیجیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے خدا ہم نے ایک منادی کرنے والے کی آواز سنی ہے جو ایمان کی طرف بلاتا ہے اور خدا کی طرف بلاتا ہے اور چمکتا ہوا چراغ ہے۔" (ترجمہ عربی الہام ص ۷۵)

۵۔ "خدا ایسا نہیں کہ تجھ کو چھوڑ دے جب تک کہ پاک اور پلید میں فرق نہ کر دکھلاوے۔" (ایضاً" ص ۷۶)

۶۔ "کہہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت رکھے۔" (ایضاً" ص ۷۹)

۷۔ "اور جب ان کو کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسا کہ لوگ ایمان لائے' کہتے ہیں کیا ہم بے وقوفوں کی طرح ایمان لائیں' خبردار ہو کہ درحقیقت وہی لوگ بے وقوف ہیں مگر اپنی نادانی پر مطلع نہیں' اور جب ان کو کہا جائے کہ زمین پر فساد مت کرو کہتے ہیں کہ بلکہ ہم اصلاح کرنے والے ہیں۔"

(ایضاً" ص ۷۹۔۸۰)

۸۔ "کہہ تمہارے پاس خدا کا نور آیا ہے پس اگر مومن ہو تو انکار مت کرو۔" (ایضاً" ص ۸۰)

۹۔ "کیا تو اس لئے اپنے تئیں ہلاک کرے گا کہ وہ کیوں ایمان نہیں لاتے' اس بات کے پیچھے مت پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ اور ان لوگوں کے بارہ میں جو ظالم ہیں مجھ سے گفتگو مت کر کیونکہ وہ سب غرق کئے جائیں گے اور ہماری آنکھوں کے روبرو کشتی تیار کر اور ہمارے اشارے سے۔"

(ایضاً" ص ۸۰)

۱۰۔ "ان کو کہہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو' تا خدا بھی تم سے محبت کرے' خدا آیا ہے تا تم پر رحم کرے' اور اگر تم پھر شرارت کی طرف عود کرو گے تو ہم بھی عذاب دینے کی طرف عود کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنایا ہے۔" (ایضاً" ص ۸۲)

ان تمام الہامات میں' جنہیں مرزا صاحب نے اپنی وحی کی حیثیت سے پیش کیا ہے' خاص بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات کے جملے جوڑ جوڑ کر انہیں الہام کے قالب میں ڈھالا گیا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ جن الفاظ میں آنحضرت ﷺ اور انبیاء سابقین اپنے مخاطبوں کو ایمان کی دعوت دیتے تھے' ٹھیک انہی الفاظ میں مرزا صاحب تمام دنیا کو اپنی وحی پر ایمان کی دعوت دے رہے ہیں۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد صرف انبیائے سابقین پر ایمان لانا اور ان کی شریعت پر چلنا نجات کے لئے کافی نہیں تھا جب تک کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعوت' ان کی وحی اور ان کی شریعت پر ایمان نہ لایا جائے' یا جس طرح کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آنے پر نجات صرف ان کی اتباع میں منحصر ہو گئی تھی یا جس طرح آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کے بعد نجات صرف آپ کی پیروی میں منحصر ہو گئی ٹھیک اسی طرح مرزا صاحب کی وحی کا اعلان ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

" ان کو کہہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو' تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔"

(حقیقتہ الوحی ص ۷۹۔۸۰)

ظاہر ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا جو دین اور اس کے اصول و فروع مرزا صاحب کی آمد سے پہلے موجود تھے' وہی ان کی آمد کے بعد بھی موجود ہیں' قرآن کریم وہی ہے' احادیث کی کتابیں وہی ہیں' فقہی سرمایہ وہی ہے "کلام' عقائد' تصوف' اصول وغیرہ تمام متعلقہ علوم وہی ہیں۔ مگر اب امت محمدیہ کی نجات صرف محمد ﷺ کے قدموں سے وابستہ نہیں بلکہ اب اس کے لئے مرزا صاحب کی نبوت و رسالت' ان کی وحی اور ان کی تعلیم پر ایمان لانا اور عمل کرنا بھی شرط قرار پایا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ اب قرآن کریم کی تفسیر' احادیث نبویہ' اور فقہ و کلام اور تصوف و عقائد کے پیمانے بھی بدلتے ہوں گے۔ امت مسلمہ کی تیرہ صدیوں کے علماء آیت کی ایک تفسیر کریں اور مرزا صاحب اس کی کچھ اور تفسیر بتائیں تو ایمان مرزا صاحب کی تشریح و تفسیر پر ہی لانا پڑے گا۔ ساری امت ایک حدیث کو صحیح قرار دے اور مرزا صاحب کی "وحی" اسے غیر صحیح بتائے تو فیصلہ مرزا صاحب کا ہی مسلم ہو گا' تمام عقائد کی کتابوں میں ایک عقیدہ لکھا ہو اور مرزا صاحب اس کے خلاف بتائیں تو مرزا صاحب کا بتایا ہوا عقیدہ ہی صحیح ماننا پڑے گا۔ یہ ہمارا قیاس نہیں بلکہ ان کی نبوت اور اس کے لوازم کا منطقی نتیجہ ہے' وہ خود لکھتے ہیں۔

"اگر ایمان اور حیا سے کام لیتے تو اس کارروائی پر نفرین کرتے جو مہر علی گولڑوی نے میرے مقابل پر کی' کیا میں نے اس کو اس لئے بلایا تھا کہ میں اس سے ایک منقولی بحث کرکے بیعت کرلوں' جس حالت میں میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے مسیح موعود مقرر کرکے بھیجا ہے اور مجھے بتلا دیا ہے کہ فلاں حدیث سچی ہے اور فلاں جھوٹی ہے۔ اور قرآن کے صحیح معنوں سے مجھے اطلاع بخشی ہے تو پھر میں کس بات میں اور کس غرض کے لئے ان لوگوں سے منقولی بحث کروں؟ جبکہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر تو کیا انہیں مجھ سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ میں ان کے ظنیات بلکہ موضوعات کے ذخیرہ کو سن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں جس کی حق الیقین پر بنا ہے اور وہ لوگ بھی اپنی ضد کو نہیں چھوڑ سکتے۔"

(اربعین نمبر ۴ ص ۱۹)

مدعا واضح ہے کہ جو اسلامی عقائد متوارث چلے آتے ہیں وہ تو "ضد" ہے اور مرزا صاحب کی "وحی" جو کچھ بتائے وہ حق الیقین ہے' توریت و انجیل اور قرآن کی طرح لائق ایمان ہے۔ حدیث و قرآن کے معنی و مفہوم اور اسلامی ذخیرۂ عقائد و اصول پر حکم اب مرزا صاحب کی ذات ہے' وہ جس عقیدہ و حکم کو چاہیں باقی رکھیں یا موقوف کردیں۔ خلاصہ یہ کہ جب مرزا صاحب کی پیروی میں نجات منحصر ہو گئی تو نجات کے لئے آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا اور آپ کے دین و شریعت پر عمل کرنا کافی نہ رہا۔ بلکہ اب مرزا صاحب کی نبوت جزو ایمان ان کی دعوت و تعلیم شاہراہ عمل اور ان کی پیروی کفیل نجات ٹھہری۔

دو فریق :۔ انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو خبیث و طیب چھٹ کر الگ ہو جاتے ہیں' اور ان کی دعوت کو قبول کرنے یا نہ کرنے کے نتیجہ میں دو فریق وجود میں آتے ہیں۔ ایک فریق ان کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کا ہوتا ہے جنہیں مومن اور مسلم کہا جاتا ہے اور دوسرا فریق ان کی دعوت کو نہ ماننے والے منکروں کا' جنہیں کافر' ظالم' جہنمی اور خارج از اسلام کہا جاتا ہے۔ گویا انبیاء علیہم السلام کی دعوت کے نتیجے میں انسانیت خود بخود سعادت و

باقی ص ۳۶ پر

(قسط نمبر ۲)

گورنر پنجاب کے نام خط

پنجاب کے گورنر جناب چوہدری الطاف حسین نے گزشتہ دنوں مدارس دینیہ کے بارے میں خامہ فرسائی فرمائی ہے' اس سے قبل سابق گورنر بھی اس قسم کے خیالات کا اظہار فرما چکے ہیں' جس کا جواب حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے تحریر فرمایا تھا۔ موجودہ گورنر صاحب نام کی تبدیلی کے ساتھ حضرت اقدس کے اس مضمون کو ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام چونکہ حطام دنیا کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے' اس لئے اہل دنیا ان کی عسرت و تنگ دستی کو (جو ان حضرات کی خود اختیاری تھی) نظر حقارت سے دیکھتے تھے۔ مثلاً فرعون کے پاس دنیا کی ہر نعمت موجود تھی۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہم السلام کی کل کائنات یہ کہ ہاتھ میں عصا اور کندھے پر گلیم۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

ونادی فرعون فی قومہ قال یقوم الیس لی ملک مصر و ھذہ الانھر تجری من تحتی افلا تبصرون' ام انا خیر من ھذا الذی ھو مھین' ولا یکاد یبین' فلولا القی علیہ اسورۃ من ذھب او جاء معہ الملئکۃ مقترنین۔ (سورۂ زخرف ۵۱ تا ۵۳)

ترجمہ۔ "اور پکارا فرعون نے اپنی قوم میں' بولا اے میری قوم بھلا میرے ہاتھ میں نہیں حکومت مصر کی؟ اور یہ نہریں چل رہی ہیں میرے محل کے نیچے' کیا تم نہیں دیکھتے؟ بھلا میں ہوں بھی' بہتر اس شخص سے' جس کو کچھ عزت نہیں' اور صاف نہیں بول سکتا' پھر کیوں نہ آپڑے اس پر کنگن سونے کے یا آتے اس کے ساتھ فرشتے پر باندھ کر۔" (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

اور مشرکین مکہ نے آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کی جو شرطیں ذکر کیں ان میں ایک یہ تھی کہ۔

او تکون لک جنۃ من نخیل و عنب فتفجر الانھر خللھا تفجیرا۔ (بنی اسرائیل۔ ۹۱)

ترجمہ "یا ہو جائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا' پھر بہائے تو اس کے بیچ نہریں چلا کر۔" (ترجمہ شیخ الہندؒ)

یا یہ کہ۔

او یکون لک بیت من زخرف۔ (بنی اسرائیل۔ ۹۳)

ترجمہ۔ "یا ہو جائے تیرے لئے ایک گھر سنہرا (سونے کا)۔"

مطلب یہ کہ ان پرستاران دنیا کی نظر میں عزت و وجاہت کا معیار یہ ہے کہ کوئی شخص بڑے بڑے باغات کا مالک ہو جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں' یا اس کے پاس سونے چاندی کے عالی شان محلات ہوں' اگر یہ چیزیں نہیں تو ان کی نظر میں اس کی خاک عزت نہیں۔

فرعون و ہامان ہوں یا ابو جہل و ابولہب۔ وہ آخرت کے سرے سے منکر تھے' اگر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یا حضرت سرور کونین ﷺ کا مذاق اڑاتے ہیں تو اس قدر تعجب خیز نہیں تھا جس قدر تعجب خیز ان حضرات کا طرز عمل ہے جو بزعم خود مسلمان کہلاتے ہیں اور ایمان بالآخرت کا دعویٰ کرتے ہیں' اس کے باوجود انبیاء کرام علیہم السلام کے وارثوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کو ملائیت کے طعنے دیتے ہیں' پاکستان کی پوری تاریخ میں ایسے منافقان سیاہ باطن دین اور اہل دین کے خلاف بر سر پیکار رہے ہیں اور "مولوی' ملا" کہہ کر ان کے خلاف زہر اگلتے رہے۔ "ملائیت اور مولویت" کے خلاف ان کا جارحانہ اقدام کبھی عقل و منطق اور شرافت و شائستگی کی قید کا پابند نہیں رہا۔ سب سے پہلے پاکستان کے فرعون اول سکندر مرزا نے ملائیت کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا اور ملاؤں کو سونے کی کشتی میں بٹھا کر سمندر پار بھیج دینے کا اعلان فرمایا تھا لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ خود مکافات عمل کا نشانہ بن گیا اور قدرت نے اسے سونے کی کشتی نہیں بلکہ مال بردار جہاز میں لاد کر سمندر پار بھجوا دیا' اور پھر جو کچھ اس کا انجام ہوا وہ سب کے لئے سامان عبرت ہے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے "بے نظیر دور حکومت" میں وقت کے فرعونوں کا ایک پورا ٹولہ دین اور اہل دین کا مذاق اڑانے کے مشن پر مامور تھا اور بو لہبان عصر حاضر کی ایک پوری جماعت وارثان مصطفیٰ (ﷺ) پر طنز و تشنیع کرنے اور آوازے کسنے میں مصروف تھی' قدرت کا انتقام دیکھئے کہ آج وہ خود "رہین ستم ہائے روزگار" ہیں اور غبار رہ محمل بن کر اپنے زخم چاٹ رہے ہیں۔

آئی جے آئی کی حکومت جو اسلام کی بالادستی کا نعرہ لگا کر دینی جماعتوں (یا زیادہ واضح الفاظ میں ملاؤں اور مولویوں) کے تعاون سے بساط سیاست پر نمودار ہوئی تھی اس سے کسی کو یہ توقع نہیں تھی کہ وہ دور ماضی سے اتنی جلدی آنکھیں موندھ لے گی اور سکندر مرزا سے بے نظیر تک کے حال زار سے کچھ بھی عبرت نہیں پکڑے گی۔

لیکن ایوان اقتدار بھی شاید عارف رومیؒ کا تمثیلی درخت ہے کہ جو بھی ایک بار اس پر چڑھ جائے اسے نیچے وہی دو نظر آیا کرتے ہیں چنانچہ آئی جے آئی کے وزیران ہوشمند نے سکندر مرزا اور بے نظیر کے استعمال شدہ ساز اٹھا کر مولویت و ملائیت کے خلاف وہی پرانی راگنی شروع کر دی ہے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں۔

"مولویوں نے اسلام اور پاکستان کو بدنام کر دیا۔ کوئی بھی بیرونی سرمایہ کار پاکستان میں صنعت لگانے کو تیار نہیں! ہم دنیا میں اکیلے رہ گئے ہیں' وطن عزیز "ضیاء پرستی" کے لئے نہیں بنا تھا۔"

ایک دوسرے صاحب فرماتے ہیں۔

"پاکستان میں ملا ازم نہیں چلے گا۔ دینی مدارس کی گرانٹ بند کر دی جائے گی۔ میں کسی مولوی کے نظریات کو نہیں مانتا۔ شرعی عدالت کے اختیارات کو محدود کرنے کے لئے پارلیمنٹ میں بل پیش کیا جائے گا۔ سود کے (جائز ہونے کے) بارے میں حکومت کا وہی موقف ہے جو میرا ہے۔" وغیرہ وغیرہ۔

ان وزیران بے تدبیر کے طرز عمل سے ایسا لگتا ہے کہ شاید وہ ملک و ملت کو پیش آمدہ تمام مسائل سے عہدہ بر آ ہو چکے ہیں' بڑھتی ہوئی بے روزگاری پر قابو پا لیا گیا ہے' اب ملک میں کوئی نوجوان "بے کار" نہیں رہا' افراط زر کا جن بوتل میں دوبارہ بند کیا جا چکا ہے' ہوشربا گرانی کا ملک میں نام و نشان تک باقی نہیں رہا' رشوت و استحصال وغیرہ کی لعنتوں سے قوم کو مکمل نجات مل چکی ہے' چوری' ڈکیتی' اغواء' قتل و غارت' فتنہ و فساد اور لسانی و طبقاتی کشمکش کا وجود مٹ چکا ہے۔ رسل و رسائل اور ذرائع مواصلات میں کوئی ادنیٰ سقم بھی باقی نہیں رہنے دیا گیا۔ الغرض اب وطن عزیز جنت ارضی میں تبدیل ہو چکا ہے اور بیچارے وزراء کی فوج ظفر موج کے لئے کرنے کا کوئی کام اب باقی نہیں رہا۔ بس ملک کے اندر ایک قباحت' ایک برائی اور ایک درد سر باقی ہے اور وہ ہے ملائیت! جس کے خلاف ہمارے وزیران تیز گام پوری یکسوئی اور توجہ اور پوری قوت و شدت کے ساتھ مصروف جہاد ہیں۔ اس جہاد میں زبان کے گولہ بارود کا سارا ذخیرہ استعمال کیا جا رہا ہے' اور اردو انگریزی اخبارات و جرائد کے محاذ پر ملائیت کے خلاف ایسی بمباری کی جا رہی ہے جیسی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی کثیر القومی فوج نے گزشتہ دنوں عراق پر کی تھی' مولوی اور ملا کے خلاف ہمارے وزراء کی محاذ آرائی سے اندازہ ہوتا ہے کہ آئی جے آئی کی حکومت شاید اپنے آخری دن پورے کر رہی ہے اور بڑی تیزی کے ساتھ اپنے انجام کی طرف بڑھ رہی ہے۔ کاش! ہمارے جہاں دیدہ صدر اور ہمارے شریف وزیراعظم ان بے لگام وزیروں کو "ایاز! قدر خویش بشناس" کی تلقین فرماتے۔

ان ظروف و احوال میں آنجناب (عزت مآب گورنر پنجاب) کا دینی مدارس کے طلبہ کے بارے میں ہتک آمیز تبصرہ کا شائع ہونا یقیناً دین اور اہل دین کی تحقیر اور دل آزاری کا موجب ہے "ہاتھ میں لوٹا پکڑا دینا" اور "شلوار ٹخنوں سے اونچی کر دینا" کے طنزیہ الفاظ سے ممکن ہے کہ کچھ لوگ محظوظ ہوئے ہوں' لیکن اگر آپ غور فرمائیں گے تو صاف محسوس ہو گا کہ اس طنز و مزاح سے خود دین اور صاحب دین (ﷺ) کی تحقیر و اہانت ہوئی ہے' جس سے ایک مسلمان کو سو بار پناہ مانگنی چاہئے' اور آپ کا یہ ارشاد کہ "اس سے بہتر یہ ہے کہ ان کو جیل بھیج دیا جائے۔" محترم! جب آنحضرت ﷺ ایک مسلمان کے لئے دنیا کو جیل فرما چکے ہیں تو دینی مدارس کے طلبہ کے حق میں آپ کا یہ فقرہ درحقیقت ان کے حق میں اس امر کی شہادت ہے کہ وہ واقعی فرمان نبویؐ کی تعمیل کر رہے ہیں اور دنیا میں جیل کی سی زندگی گزار رہے ہیں' میں اس پر دینی مدارس کے طلبہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے' آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے اور ان کے بعد ہمارے اکابر سلف نے جن مشکلات میں زندگی گزاری' آج ہم اور ہمارے دینی مدارس کے طلبہ ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے' اور آج دینی مدارس میں علماء و طلبہ کو جو سہولتیں اور راحتیں میسر ہیں' پچھلے زمانوں میں کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آ سکتی تھیں۔ بلاشبہ یہ ان اکابر کا کمال تھا' اور ہمارا ضعف اور نقص ہے' لیکن میں بار بار سوچتا ہوں کہ جب آنجناب موجودہ دور میں ان تمام سہولتوں اور راحتوں کے باوجود دینی مدارس کے طلبہ کی زندگی کو "جیل سے بدتر" قرار دیتے ہیں تو ہمارے اسلاف و اکابر کے بارے میں آنجناب کیا رائے قائم فرمائیں گے؟ اور جب آج کے "مولوی" کی زندگی آپ کی نظر میں لائق تحقیر ہے تو ہمارے گزشتہ اسلاف و اکابر کی زندگی آپ کی نظر میں کیسی ہو گی؟

اور آنجناب کا یہ ارشاد کہ دینی مدارس میں عصری علوم کی تعلیم بھی دی جائے' یہ تجویز بظاہر بڑی دل کش نظر آتی ہے مگر یہ چند وجوہ غلط اور نہایت غلط ہے۔ اولاً اس لئے کہ دینی مدارس صرف دین کی تعلیم کے لئے وقف ہیں' ان کو صرف دین کی تعلیم کے لئے چندہ دیا جاتا ہے' اب اگر چندہ تو دین کے نام پر لیا جائے اور تعلیم غیر دین کی دی جائے تو یہ ان اہل خیر کے ساتھ دھوکا اور خیانت ہو گی جو دین کے نام پر ان مدارس کی امداد و اعانت کرتے ہیں۔

ثانیاً : جو ادارہ کسی خاص شعبہ کی تعلیم و تدریس کے لئے مخصوص ہو اس کے منتظمین کو یہ مشورہ دینا کہ وہ اس ادارے میں اس کے علاوہ فلاں فلاں کام بھی سکھایا کریں' ایک احمقانہ رائے ہے۔ آپ نے کسی زرعی کالج میں جا کر وہاں یہ مشورہ کبھی نہیں دیا ہو گا کہ وہ اپنے طلبہ کو جوتے گانٹھنے کا فن بھی سکھایا کریں' کیونکہ ملک کی ترقی کے لئے اس کی بڑی ضرورت ہے اور کسی لاء کالج کے منتظمین کو کبھی یہ مشورہ نہیں دیا گیا کہ ان طلبہ و طالبات کو سینے پرونے کا کام بھی ضرور سکھایا کریں' کسی انجینئرنگ کالج کے طلبہ کو یہ مشورہ نہیں دیا گیا کہ ان کو نائی اور دھوبی کا کام بھی سکھایا جائے' یہ بھی بڑے ضروری کام ہیں۔ اس قسم کی تمام تجاویز کو احمقانہ قرار دیا جائے گا' اور کوئی عقلمند ایسی تجویز پیش نہیں کرے گا' چونکہ دینی مدارس قرآن و سنت اور دین مصطفوی (ﷺ) کے ماہرین تیار کرنے کے لئے مخصوص ہیں لہٰذا ان کو یہ مشورہ دینا کہ وہ ان طلبہ کو دنیا کا کوئی پیشہ بھی سکھایا کریں' اس کی مثال ایسی ہو گی کہ کوئی شخص کیمبرج یونیورسٹی کے منتظمین کو جا کر یہ مشورہ دے کہ از راہ کرم وہ اپنے طلبہ کو بھنگی کا کام ضرور سکھایا کریں۔ جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں علوم نبوت کے مقابلہ میں جدید علوم' جن کا سب سے بڑا مقصد ہی پیٹ پوجا ہے' ان کی حیثیت شاید بھنگیوں کے پیشہ سے بھی گھٹیا ہو' لیکن ہمارے ذہنوں میں مادیت کا ایسا تسلط ہے کہ ہم علوم نبوت کی تعلیم کو کام ہی نہیں سمجھتے' اور ہمارا یہ طرز عمل' اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے' ان کفار کے طرز عمل کے مشابہ ہے جو اپنے دنیوی کروفر پر نازاں تھے' اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بنظر حقارت دیکھتے تھے' اگر ہمارے قلوب میں علوم

نبوت کی عظمت و وقعت ہوتی تو دینی علوم کے حاملین کو نظر حقارت سے نہ دیکھتے۔

ثالثاً : عصری علوم کی تعلیم کے لئے بے شمار تعلیم گاہیں ملک میں موجود ہیں اور ان سے فارغ ہونے والوں کی ایک بڑی اور ہولناک تعداد اپنی اعلیٰ ڈگریاں ہاتھ میں لئے حصول روزگار میں سرگرداں ہے' لیکن انہیں نہ ملازمت ملتی ہے اور نہ کسی اور کام میں ان کی کھپت ہے' جن حضرات کو دینی طلبہ پر ترس آرہا ہے اور وہ دینی مدارس میں عصری علوم پڑھانے کی تلقین فرمایا کرتے ہیں' ان کو ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنا چاہئے کہ ہمارے عصری علوم کے اداروں نے بے کار نوجوانوں کی کھیپ میں اضافہ کرنے کے سوا اور کون سا کارنامہ انجام دیا ہے؟ کہ ٹوٹے پھوٹے دینی مدارس کو بھی عصری علوم کے اداروں میں تبدیل کر کے ایسے بے کار نوجوانوں کی تعداد میں اضافہ کا مشورہ دیا جارہا ہے؟

رابعاً : دینی مدارس کے نصاب میں حالات زمانہ اور عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے متعدد تبدیلیاں کی گئی ہیں اور ان مدارس کے اکابر نے بارہا اس مسئلہ پر بھی غور و فکر کیا ہے کہ قرآن و سنت اور دینی علوم کے بنیادی ڈھانچے کو قائم رکھتے ہوئے دینی مدارس میں جدید علوم کو کس طرح سمویا جائے کہ یہ نصاب قدیم و جدید اور دین و دنیا کی تعلیم کا ایک حسین مرقع بن جائے۔ اس سلسلہ میں متعدد عملی تجربات بھی کئے گئے' لیکن ہمیں اس حقیقت کے اعتراف میں کوئی عار نہیں کہ دینی مدارس کے مقصد و موضوع کو قائم رکھتے ہوئے ابھی تک جدید علوم کا پیوند لگانا ممکن نہیں ہوا' کیونکہ عملی تجربات نے ثابت کردیا کہ اس پیوند کاری کے نتیجہ میں یا تو دینی مدارس اپنے اصل موضوع سے ہٹ جائیں اور اپنے اصل ہدف کو بھول کر جدید عصری تعلیم گاہوں میں تبدیل ہو جائیں' اس صورت میں ان کو دینی مدارس کہنا اور دینی تعلیم کے نام پر قوم کے اہل خیر سے چندہ لینا جائز نہیں ہوگا۔ یا یہ نتیجہ ہوگا کہ ان مدارس سے پیدا ہونے والی نسل کے ہاتھ میں نہ دین رہے نہ دنیا' نہ وہ جدید علوم میں لائق رشک مقام حاصل کرسکیں اور نہ قرآن و سنت اور دینی علوم میں ان کی مہارت لائق اعتماد ہو۔ اس لئے دینی مدارس کے اکابر نے طویل غور و فکر اور مسلسل تجربات کی روشنی میں یہ تجویز کیا ہے کہ نصاب میں قدیم و جدید کی پیوند کاری کے بجائے یہ صورت اختیار کی جائے کہ دینی مدارس کے فضلاء میں جو حضرات ذہین و فطین ہوں وہ دینی علوم سے فراغت کے بعد جدید علوم میں خصوصی مہارت حاصل کریں۔ یہ صورت قابل عمل بھی ہے اور بہت سے فضلاء نے اس میدان میں لائق تحسین کامیابیاں بھی حاصل کی ہیں۔ الغرض قدیم و جدید کو مخلوط کرنے کی جو تجویز ہمارے روشن خیال حضرات پیش کیا کرتے ہیں' اس کی عملی صورت یہ ہے جو اوپر عرض کی گئی' ورنہ دینی مدارس کے نصاب میں جدید علوم کو ٹھونس دینا علوم نبوت کے ساتھ صریحاً ظلم اور بے انصافی ہے۔ ہمارے شیخ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری (نور اللہ مرقدہ) یہ واقعہ بیان فرماتے تھے کہ مشرقی پاکستان میں (جن دنوں بنگلہ دیش مشرقی پاکستان ہوتا تھا) مشرق و مغرب کے اکابر نصاب کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے جمع تھے' اور اسی نکتہ پر بحث ہو رہی تھی کہ جدید علوم کو دینی مدارس کے نصاب میں کیسے سمویا جائے؟ حضرتؒ فرماتے تھے کہ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کانوں میں انگلیاں دے کر بلند آواز سے اذان کہہ رہا ہے اور اس نے اذان میں یہ کلمات دہرائے۔

الاان النجاۃ فی علوم سید السادات۔

"سنو! کہ بے شک نجات صرف آنحضرت ﷺ کے علوم میں ہے۔"

حضرتؒ فرماتے تھے کہ صبح کو میں نے یہ خواب اکابر علماء کے اجتماع میں ذکر کیا' اور سب کی رائے یہی ٹھہری کہ دینی مدارس کے نصاب میں جدید علوم کی پیوند کاری سے گریز کیا جائے۔

آنجناب نے بڑی خیر خواہی و ہمدردی سے دینی اداروں میں تعلیم پانے والے حضرات کی کسمپرسی کو ذکر کیا ہے کہ وہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد صرف پانچویں یا چھٹے اسکیل کے علاوہ کسی اور عہدے پر بھرتی ہونے کے قابل نہیں ہوتے۔

اس سلسلہ میں اولاً یہ گزارش ہے کہ حکومت کے عہدوں پر بھرتی ہونا اہل علم کا مقصد ہی نہیں' اگر حکومت کی معارف پروری اور قدر شناسی دینی مدارس کے فضلاء کو پہلے اسکیل کے لائق بھی نہیں سمجھتی تو حکومت اور اس کے اسکیل آپ حضرات کو مبارک ہوں' اہل علم کو ان کی کوئی خواہش نہیں۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ سنجر حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد تھا' اس نے "نیمروز" کا علاقہ حضرتؒ کے مدرسہ و خانقاہ کے لئے وقف کرنے کی پیشکش کی' حضرتؒ نے اس کے جواب میں یہ قطعہ تحریر فرمایا۔

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد
گر در دل بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ خبر یافتم از ملک نیم شب
من ملک نیمروز رابیک جونمی خرم

ترجمہ۔ "میرے نصیبے کا چہرہ چتر شاہی کی طرح سیاہ ہو جائے' اگر میرے دل میں ملک سنجر کی ہوس پیدا ہو۔ میں نے جب سے "ملک نیم شب" (آدھی رات کی گریہ وزاری) کی خبر پائی ہے' میں "ملک نیمروز" کو ایک جو کے بدلے میں بھی لینے کو تیار نہیں۔"

ہمارے اکابر میں شاہ غلام علی مجددی دہلویؒ ہوئے ہیں' ان کے دستر خوان پر ہزاروں آدمی کھانا کھاتے تھے' بادشاہ وقت نے ان کی خدمت میں لکھا کہ آپ کے لنگر کا خرچہ بہت بڑھ گیا ہے' میں چاہتا ہوں کہ اس کے لئے کچھ قطعہ اراضی بطور جاگیر دے دوں جس سے اس کا خرچ چلتا رہے' حضرتؒ کے پاس خط پہنچا تو اس کی پشت پر یہ

شعر لکھ کر واپس کر دیا۔

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم
با بادشاہ بگو کہ روزی مقرر است

ترجمہ۔ ”ہم فقر و قناعت کی آبرو کو بٹا نہیں لگائیں گے‘ بادشاہ سے کہہ دو کہ روزی مقرر ہو چکی ہے۔“

الغرض اگر آپ کی حکومت اہل علم کو کسی اچھے گریڈ کے لائق نہیں سمجھتی تو یہ گریڈ آپ کو اور آپ کی حکومت کو مبارک ہو‘ اہل علم آپ کے گریڈوں کی قیمت ایک جو کے برابر نہیں سمجھتے‘ حق تعالیٰ شانہ نے ان کو جس دولت جاوداں سے نوازا ہے‘ اس کے مقابلہ میں ہفت اقلیم کی سلطنت بھی ہیچ ہے‘ اور جو اہل علم ان سرکاری گریڈوں کی خواہش دل میں لئے پھرتے ہیں وہ حقیقت میں علمائے ربانی کے زمرہ ہی سے خارج ہیں۔

ہر کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ ما نیست

البتہ آپ کو اور آپ کے گریڈوں کی درجہ بندی کرنے والوں کو یہ سوچ رکھنا چاہئے کہ جب قیامت کے دن یہ سوال ہو گا کہ تم نے مردار دنیا کے ماہرین کو تو بڑے اونچے اونچے گریڈ دے رکھے تھے‘ لیکن قرآن و سنت کے ماہرین کو تم نے چپراسیوں اور بھنگیوں کا گریڈ دیا‘ کیا تمہارے دل میں قرآن و سنت اور دین مصطفوی (ﷺ) کی یہی وقعت و عظمت تھی؟ تو آپ حضرات کا جواب کیا ہو گا؟

آنجناب فرماتے ہیں کہ دینی مدارس میں غریب طلبہ پڑھتے ہیں جبکہ امیروں کے لڑکے جدید تعلیم گاہوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں اور امیر لوگ دینی مدارس کو صرف چندہ دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔

گزارش ہے کہ اول تو یہ کلیہ صحیح نہیں‘ کیونکہ بحمداللہ ایک اچھی خاصی تعداد کھاتے پیتے گھرانوں کی بھی دینی مدارس کی آغوش میں تعلیم و تربیت پا رہی ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ دینی مدارس کے طلبہ کی اکثریت پسماندہ طبقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر یہ بات دینی مدارس کے لئے عیب و عار کی نہیں بلکہ یہ ان مدارس کی خوبی اور کمال ہے کیونکہ گلشن دین کی بہار اکثر و بیشتر غرباء ہی کے دم قدم سے رہی ہے اور یہی چیز انبیاء کرام علیہم السلام کا امتیازی نشان ہے کہ ان کے پیروکاروں میں اکثریت غرباء کی رہی ہے‘ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ جب شاہ روم کے نام آنحضرت ﷺ کا دعوتی گرامی نامہ پہنچا تو اس نے ابوسفیان سے جو اس وقت آنحضرت ﷺ کے سب سے بڑے حریف تھے اور اتفاقاً اس وقت ملک شام گئے ہوئے تھے‘ آنحضرت ﷺ کے بارے میں چند سوالات کئے‘ ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ اس نبیؐ کے پیرو سربر آوردہ اشراف ہیں یا کمزور اور پسماندہ لوگ؟ ابوسفیانؓ نے کہا‘ کمزور اور پسماندہ لوگ۔ شاہ روم نے کہا انبیاء کرام علیہم السلام کے پیرو یہی لوگ ہوا کرتے ہیں (لہٰذا ایسے لوگوں کا آپؐ کی پیروی کرنا آپؐ کے نبی برحق ہونے کی دلیل ہے) قرآن کریم میں کافروں کا اہل ایمان کے بارے میں یہ طعنہ نقل کیا ہے کہ ”اگر یہ دین خیر کا راستہ ہوتا تو یہ (غریب غرباء لوگ) اس میں ہم سے گوئے سبقت نہ لے جاتے۔“ تعجب ہے کہ جو طعنہ کفار مکہ مسلمانوں کو دیتے تھے آج وہی طعنہ ہمارا لکھا پڑھا دانشور طبقہ دینی مدارس کے غریب طلبہ کو دے رہا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ”میں نے جنت دیکھی تو اس میں اکثریت پسماندہ اور فقراء کی پائی گئی اور دوزخ کو دیکھا تو اس میں زیادہ تعداد اغنیاء اور عورتوں کی دیکھی۔“ (مسند احمد ص ۱۷۲ ج۔۔۔) گویا ہمارے دینی مدارس جنت کا نمونہ پیش کر رہے ہیں اور آج کل کی جدید تعلیم گاہیں نمونہ جہنم ہیں‘ الغرض دین کی طرف اکثر غریب طبقہ کا رجوع رہا ہے‘ اس لئے اگر دینی مدارس کی رونق بھی غریب و نادار طلبہ سے قائم ہے تو یہ ان کے حسن و کمال کی دلیل ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے جواب شکوہ میں اسی حقیقت کا اظہار فرمایا تھا۔

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آراء‘ تو غریب
زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا‘ تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب
امراء نشہ دولت میں غافل ہم سے
زندہ ہے ملت بیضا غرباء کے دم سے

دینی مدارس کی تاریخ یہ ہے کہ برصغیر (متحدہ ہندوستان) میں انگریز نے لارڈ میکالے کا نظام تعلیم رائج کیا‘ اور جدید تعلیم کے جادو نے اعلیٰ طبقہ کے بہترین دماغوں کو مردار دنیا کی طرف کھینچ لیا تو دینی مدارس کے خضر صفت درویشان خدا مست نے قوم کے غریب‘ کمزور اور پسماندہ طبقہ کے بچوں کو اپنی آغوش شفقت میں لیا اور اپنی ساری صلاحیتیں ان کی تعلیم و تربیت پر صرف کر دیں‘ جن بچوں کے والدین نان جویں کے محتاج تھے ظاہر ہے کہ وہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی اونچی اونچی فیسیں اور شاہانہ اخراجات کا بوجھ اٹھانے کی سکت نہیں رکھتے تھے‘ ان بزرگوں نے ایسے پسماندہ اور غریب بچوں کے لئے دینی مدارس کی شکل میں مفت تعلیم کا نظام رائج کیا۔ قوم کے مخیر حضرات سے دینی تعلیم کے لئے چندے لے لے کر ان بچوں کے لئے مفت رہائش کا‘ روٹی کپڑے کا‘ علاج معالجہ کا‘ کتابوں کا‘ اساتذہ کا اور دیگر ضروریات کی کفالت کا بوجھ اپنے ذمہ لیا۔ یہ نظام کامیاب ہوا‘ بحمداللہ آج گلشن محمدؐ انہی دینی مدارس اور ان میں پڑھنے والے غرباء کے دم قدم سے سدا بہار ہے۔ اس گئے گزرے زمانے میں جبکہ مادیت کا سیلاب چاروں طرف سے امڈ رہا ہے اور انسان کی پیمائش جیب اور پیٹ کے پیمانوں سے کی جا رہی ہے‘ دینی مدارس کا یہ کارنامہ بلاشبہ معجزہ نبوت ہے‘ (جاری)

بدین اور وارہ لاڑکانہ سندھ میں

عظیم الشان ختم نبوت کانفرنسیں

رپورٹ۔ حافظ محمد سلیم عاطف

مسلمان ہر چیز برداشت کرسکتا ہے لیکن نبیؐ کی عزت و عظمت پر سودا برداشت نہیں کرسکتا

بدین شہر اور اس کے قرب و جوار اور بدین ضلع کے دیگر شہروں اور قصبوں میں مثلاً گھوسکی' شادی لارج اور گولارچی وغیرہ میں قادیانیوں کی حال ہی میں تیزی سے تبلیغی سرگرمیوں کے پیش نظر بروقت بدین کے مقامی علماء کرام اور جے یو آئی صوبہ سندھ کے نائب امیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی صاحب نے بدین شہر میں ختم نبوت کانفرنس کی اشد ضرورت محسوس کی تاکہ اس کانفرنس کے ذریعے بدین کے پسماندہ علاقے کے سیدھے سادے مسلمانوں کو قادیانیوں کی گمراہ کن اور مکارانہ سرگرمیوں سے آگاہ کیا جاسکے۔ بالآخر یکم ستمبر ۱۹۹۴ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء ختم نبوت کانفرنس کی تاریخ طے ہوئی۔ جب طے شدہ تاریخ آئی تو اس فقیر پر تقصیر کو بھی کانفرنس میں جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ جب راقم بدین شہر میں بعد نماز ظہر پہنچا تو شمع رسالت ماب ﷺ کے پروانے قافلوں کی شکل میں پہنچنا شروع ہوگئے تھے۔ جلسہ کا پہلے تو پروگرام بدین شہر کے ریلوے اسٹیشن کے عقبی بازار میں رکھا گیا تھا مگر موسم کے ابر آلود ہونے کے باعث بدین کے حیدر آباد بس اسٹینڈ کی جامع مسجد قمر میں رکھا گیا جلسہ کی کارروائی چونکہ عشاء کی نماز کے بعد رکھی گئی تھی اس لئے جوں جوں جلسہ کا وقت قریب آتا رہا لوگوں کا ہجوم بھی بڑھتا گیا بدین شہر کے چاروں اطراف سے لوگ بسوں' ویگنوں' وینوں اور ڈاٹسنوں' سوزوکیوں میں آنا شروع ہوگئے ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر نعرہ تکبیر اللہ اکبر' تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد' قادیانیت مردہ باد کے نعرے جاری تھے۔ حالانکہ موسم بھی خوشگوار نہیں تھا گرج چمک اور برق و باراں آب و تاب سے جاری تھے' جس طرح ملک بھر میں ریکارڈ توڑ مسلسل بارشوں کے باعث نقصانات ہوئے ہیں اسی طرح بدین ضلع کے بھی حالات ناگفتہ بہ ہیں۔ چاروں جوانب سے آنے والے راستے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ گاڑیاں تو کجا آدمی پیادہ پا بھی نہیں چل سکتا' مگر ان تمام دشواریوں کے باوجود ناموس رسالت کی خاطر شیدائیان رسولؐ تمام خاردار گھاٹیاں اور وادیاں عبور کرکے جلسہ گاہ میں پہنچ گئے اور نعرہ تکبیر اللہ اکبر تاج و تخت ختم نبوت کے فلک شگاف نعروں سے بدین کی فضا گونج اٹھی' عشاء کی نماز تک لوگوں کا اتنا بڑا ہجوم ہوگیا کہ دیکھ کر یوں محسوس ہورہا تھا کہ گویا بدین میں لوگوں کا ایک سمندر امنڈ پڑا ہے بہرحال ساڑھے آٹھ بجے عشاء کی نماز پڑھی گئی اور نماز کے بعد فوراً جلسہ کی کارروائی شروع ہوگئی۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض حافظ محمد سلیم عاطف نے سرانجام دیئے اور جلسہ کی سرپرستی کے لئے شیخ طریقت بقیۃ الاسلاف حضرت مولانا عبدالکریم پیر شریف کا نام لیا گیا جبکہ صدارت محقق العصر مدیر بینات حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے کی۔ جلسہ کی کارروائی کا آغاز حافظ ثناء اللہ شاہ نے تلاوت کلام پاک سے کیا بعد میں جناب صفی اللہ دھاریجو نے شان رسالت میں ختم نبوت پر مشتمل ہدیہ نعت پیش کیا اس کے بعد سب سے پہلے مجلس تحفظ ختم نبوت سندھ کے مبلغ مولانا حفیظ الرحمٰن انذہر صاحب کو دعوت خطاب دی گئی مولانا انذہر صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس قسم کی باتیں قادیانی مسلمانوں کے نوجوانوں کے ذہنوں میں ڈال کر یہ باور کراتے ہیں کہ ہم مظلوم ہیں ہمیں جینے کا حق نہیں دیا جارہا ہے ہمارا جینا دوبھر کردیا گیا۔ مولانا انذہر صاحب نے کہا کہ قادیانی اس قسم کے غلط پروپیگنڈہ سے اپنی مظلومیت ثابت نہیں کرسکتے ہیں اور نہ ہی فرزندان اسلام کو اس طرح سے اپنے شکنجے میں پھنسا سکتے ہیں۔ مولانا انذہر صاحب نے قادیانیوں کے اس گمراہ کن پروپیگنڈہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ دوسرے جتنے بھی غیر مسلم ہیں وہ ہمارے مذہب اسلام میں کسی قسم کی دست درازی اور مداخلت نہیں کرتے اور نہ ہی ہمارے دین اسلام کے کسی شعائر کو اختیار کرتے ہیں جبکہ قادیانی اس کے برعکس ایک طرف تو ملعون غلام احمد قادیانی کے نبی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں جبکہ جمیع امت مسلمہ کا یہ اجماعی اور اتفاقی فیصلہ اور عقیدہ ہے کہ جناب سید المرسلین ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آنا نہیں ہے لہٰذا قادیانی اپنے اس بے بنیاد عقیدہ کے باعث مرتد اور کافر ہیں اب ان قادیانیوں کو کلمہ طیبہ اور مساجد جیسی عبادت گاہیں بنانے اور اختیار کرنے کی قطعاً اجازت نہیں دی جائے گی۔ بعد ازاں مدرسہ دارالعلوم بدین کے مہتمم حضرت مولانا عبدالستار چاوڑو صاحب کو دعوت خطاب دی گئی مولانا چاوڑو صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں سب سے پہلے تمام علماء کرام اور مہمانان گرامی قدر اور عوام الناس کا بے حد مشکور و ممنون ہوں کہ جنہوں نے ہماری دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ہمارے جلسہ میں آکر ہماری ہمت افزائی کی ہے مولانا چاوڑو صاحب نے کہا کہ اس بدین ضلع میں کچھ عرصہ سے قادیانیوں کی تبلیغی سرگرمیاں تیزی سے بڑھنا شروع ہوگئی تھیں جن کو یہاں کے وڈیروں اور جاگیرداروں کی پشت پناہی حاصل تھی اور خصوصیت کے ساتھ سب سے زیادہ پیش پیش اس معاملے میں یہاں بدین آرمی چھاؤنی کے ایک اعلیٰ اور ذمہ دار فوجی افسر تھے جو کہ کٹر قادیانی تھے یہ قادیانی افسر ایک حساس سرکاری ادارے کے ذمہ دار افسر ہونے کے باوجود بدین ضلع کے مختلف علاقوں میں جاکر قادیانیوں کے جلسوں کی صدارت کرتا تھا جس کے سبب قادیانیوں کے حوصلے بلند ہوئے اور ان کی تبلیغی سرگرمیوں نے زور پکڑا اس لئے ہم نے یہ ختم نبوت کانفرنس رکھی تاکہ بدین کے مسلمانوں کو قادیانیوں کی ان شاطرانہ سازشوں سے آگاہ کیا جاسکے۔ مولانا چاوڑو صاحب نے کہا کہ جب میں نے جلسہ کی اجازت حاصل کرنے کے لئے بدین ضلع کے ڈپٹی کمشنر سے رابطہ کیا تو ڈی سی صاحب نے قلابازیاں کھانا شروع کردی تھیں اور ٹال مٹول سے کام لینا شروع کیا تھا۔ جب بھی میں جاتا تھا تو ٹالنا شروع کردیتے تھے۔ مولانا چاوڑو صاحب نے کہا کہ میں اس ڈی سی صاحب کو اگر بارش نہیں ہوتی تو یہ جلسہ بجائے مسجد کے بازار میں کروا کے دکھا دیتا اور بتا دیتا کہ بدین کے غیور مسلمان عقیدۂ ختم نبوت کی خاطر ناموس رسالت کی خاطر اپنی گردن کٹا تو سکتے ہیں مگر قادیانیوں کی سرگرمیوں کو کسی بھی صورت میں برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مولانا چاوڑو صاحب نے کہا کہ آج کا یہ سرفروشان اسلام اور غیور مسلمانوں کا بھرپور اجتماع " اخباری رپورٹ کے مطابق دس ہزار سے زائد افراد کا مجمع تھا' عاطف " قادیانیوں کے لئے موت ثابت ہوگا۔

مولانا چاوڑو نے حکومت سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کو تمام تر کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے اور پنجاب کے چیف منسٹر منظور وٹو کو جو کہ قادیانی ہے اس کو اہم عہدوں سے ہٹایا جائے۔ اسی دوران لوگوں سے کھچا کھچ مجمع نعروں سے گونج اٹھا' اس کے بعد اسٹیج سیکریٹری نے شعر پڑھا

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
طلاطم خیز موجوں سے بھی وہ گھبرایا نہیں کرتے

بعد میں بدین کے بے باک اور نڈر خطیب مولانا محمد قاسم نمائی صاحب کو دعوت خطاب دی گئی۔ مولانا نمائی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کچھ ہماری اپنی سستی اور غفلت کی وجہ سے قادیانیوں کو ایک بار پھر گردن اٹھانے کی جرأت ہوئی ہے لیکن آج ہم اس بھرے جلسہ میں عزم پر جزم کرتے ہیں کہ اب ہم نئے جذبے اور ولولے سے ختم نبوت کا کام کریں گے اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگوں سے یہ درخواست ہے کہ آپ ہماری رہنمائی اور تربیت فرمائیں تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ ہم قادیانیوں کو بدین ضلع میں جڑ سے اکھاڑ کر ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلادیں گے۔ اسی

ان جلسہ گاہ نعروں سے گونج اٹھا۔ بعد میں دعوت خطاب گئی ٹنڈو باگو کے شعلہ بیان خطیب مولانا عیسیٰ صاحب ں کو انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ دور دلائل نہیں بلکہ یہ دور عملی جہاد کا دور ہے۔ مولانا سموں صاحب نے کہا کہ ملعون قادیانیوں کے سامنے قرآن و حدیث کے دلائل دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مولانا سموں صاحب نے کہا کہ میں بھی مولانا چاوڑو صاحب اور مولانا جمالی صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ میں بھی آپ کی جدوجہد میں قادیانیوں کے خلاف برابر کا شریک ہوں اور آپ کے شانہ بشانہ ان کے خلاف لڑتا رہوں گا۔

اس کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے صوبائی رہنما مولانا فضل اللہ حسینی صاحب کو دعوت خطاب دی گئی۔ مولانا حسینی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم میثاق میں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے یہ عہد اور اقرار لیا تھا کہ جب آپ کی موجودگی میں آپ کے پاس میرا آخر الزمان نبی ﷺ کتاب لے کر آئے اور آپ کی کتابوں کی تصدیق بھی کرے تو اس وقت آپ کو دو کام کرنے ہوں گے ایک یہ کہ اس پر ضرور ایمان لانا اور دوسرا یہ کہ اس کی دینی کام میں مدد کرنا۔ مولانا حسینی صاحب نے کہا کہ اب قادیانی مسلمانوں کے ذہنوں میں شبہات پیش کرنے کے لئے اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو تمام پیغمبروں سے عہد اور اقرار لیا تھا یہ تو پورا نہیں ہوا کیونکہ تمام انبیاءؑ حضور ﷺ سے پہلے گزر چکے تھے تو یہ وعدہ میثاق کا کیسے پورا ہوا۔ مولانا حسینی صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کر کے دکھایا تھا۔ مولانا حسینی صاحب نے کہا کہ پہلی بات ایمان کی تھی اس کو شب معراج میں پورا کرایا اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بیت المقدس میں جمع کیا اور ساروں نے آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ باقی مسئلہ رہا دین کی نصرت کا اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہوں گے۔ وہ فتنہ دجال کا دور ہوگا۔ دین غریب ہو چکا ہوگا۔ گمراہی غالب ہوگی۔ ایسے کڑے وقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آکر دجال کو قتل کریں گے۔ گمراہی کو ختم کریں گے اور دین اسلام کو غالب کریں گے۔ لیکن پیغمبر کی حیثیت سے نازل نہیں ہوں گے بلکہ سرکار دوعالم ﷺ کے امتی کی حیثیت سے نازل ہوں گے اور انجیل کی تبلیغ نہیں کریں گے بلکہ قرآن مجید کی تعلیم کو عام کریں گے۔ مولانا حسینی صاحب کی تقریر کے دوران پیر طریقت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب جلسہ گاہ میں پہنچ گئے' جن کو دیکھ کر حاضرین جلسہ نے فلک شگاف نعرے لگائے اور مولانا حسینی صاحب نے اپنی تقریر ختم کردی۔ اس کے بعد مولانا لدھیانوی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے سامعین حضرات کو کہا کہ مجھے یہاں پر آکر اور آپ کے جوش و خروش کو دیکھ کر بے انتہا مسرت اور خوشی ہوئی ہے کہ آپ حضرات بارش اور کیچڑ کے باوجود اتنی بڑی تعداد میں یہاں پر جمع ہوئے ہیں اور بجلی کے بار بار چلے جانے کے بعد بھی پسینہ سے شرابور ہو کر گرمی کی شدت میں بھی دلجمعی کے ساتھ تشریف رکھے ہوئے ہیں۔ مولانا لدھیانوی صاحب نے کہا کہ یقیناً یہ آپ کی غیرت ایمانی کی واضح دلیل اور بین ثبوت ہے۔ مولانا لدھیانوی صاحب نے کہا کہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بدین کے مسلمانوں کا اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ مولانا لدھیانوی صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی اس والہانہ عقیدت اور محبت کو دوام اور استقامت نصیب فرمائے اور آپ کا یہاں پر اکٹھا ہونا مقبول و منظور فرمائے۔ اسی دوران پھر سے مجمع نے بیک زبان ہو کر کہا "آمین۔" ان دعائیہ کلمات کے بعد جب مولانا لدھیانوی صاحب اپنے اصل موضوع پر آئے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اور فقہ کے حوالہ جات سے جب تقریر شروع کی تو پورے مجمع پر سکوت طاری ہو گیا۔ مولانا لدھیانوی صاحب کی تقریر ایک علمی تقریر تھی جو کہ قرآن و حدیث اور فقہ کے دلائل سے پر تھی۔ مولانا لدھیانوی صاحب نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت امت مسلمہ کے نزدیک اجماعی اور اتفاقی عقیدہ ہے۔ جس پر تمام مکاتب فکر کے علماء و مشائخ متحد و متفق ہیں۔ مولانا لدھیانوی صاحب نے حدیث کے حوالہ سے بتایا کہ اگر اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی آجائیں تو رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ ان کی نجات بھی میری تابعداری کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ مولانا لدھیانوی صاحب نے فقہ اکبر کے حوالے سے امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا فتویٰ نقل کرتے ہوئے بتایا کہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ کے بعد اگر کوئی نبوت کی دعوت کرے پھر اس سے کوئی اگر معجزے اور دلیل کا مطالبہ کرے تو یہ دلیل کا مطالبہ کرنے والا بھی کافر ہے اور مرتد ہے کیونکہ آپ ﷺ کی ختم نبوت بالکل اظہر من الشمس ہے۔
اس کے بعد اسٹیج سیکریٹری نے یہ شعر پڑھا۔

محمد مصطفیٰؐ کے واسطے کیا کیا سعادت ہے
نبوت ہے' رسالت ہے' قیادت ہے' امانت ہے
محمدؐ ہی کے دم سے افتخار آدمیت ہے
محمدؐ آن ملت' جان ملت' شان ملت ہے

بعد میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما مولانا احمد میاں حمادی صاحب کو دعوت خطاب دی گئی۔ مولانا حمادی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت لدھیانوی صاحب کی تقریر کے بعد میری تقریر کی ضرورت تو باقی نہیں رہی لیکن جب حکم ہوا ہے تو چند باتیں عرض کر دیتا ہوں۔ مولانا حمادی صاحب نے کہا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو حضور ﷺ سے عقیدت اور محبت تھی اس کی نظیر دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مولانا حمادی صاحب نے کہا کہ ایک ہم اور آپ ہیں کہ وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی زمین پر نیچے گر جاتا ہے لیکن جب محبوب مدنی ﷺ وضو فرمایا کرتے تھے تو صحابہؓ آپ ﷺ کے وضو کے پانی کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے اور اس وضو کے پانی کو حاصل کرنے کے لئے صحابہ کرامؓ رشک کیا کرتے تھے اور یا تو وہ ہاتھ پانی لے کر اپنے جسم پر ملا کرتے تھے اسی طرح آپ ﷺ کے لعاب دہن کو بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے یہ معاملہ ہم کسی اور کے ساتھ نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خصوصیت صرف مقام نبوت کی ہے مولانا حمادی صاحب نے کہا کہ مدعیان نبوت کے ساتھ اسلام کے اندر کسی بھی قسم کی رعایت نہیں برتی گئی ہے جبکہ دوسرے قسم کے مرتدین کے ساتھ کسی حد تک رعایت ہے کہ ان کو پہلے اسلام پیش کیا جائے گا اور ان کے خدشات کو دور کیا جائے گا پھر بھی اگر نہیں مانتے ہیں تو پھر ان کی سزا قتل ہے لیکن نبوت کے دعویدار کے ساتھ اس قسم کی کوئی بھی رعایت نہیں ہے۔ صرف یہ ہے کہ اپنے کئے سے توبہ کرلے ورنہ فوراً قتل کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ اور یمن میں اسود عنسی کے ساتھ برتاؤ ہوا تھا۔ اس کے بعد اسٹیج سیکریٹری نے یہ شعر پڑھا۔

قادیانیت سے پوچھا کفر نے تو کون ہے
ہنس کے بولی آپ ہی کی دلربا سالی ہوں میں

بعد میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی خطیب سیف بے نیام مولانا اللہ وسایا صاحب کو دعوت خطاب دی گئی خطیب صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کا یہ جلسہ مولانا عبدالغفور قاسمی صاحب کی کاوشوں اور قربانیوں کا نتیجہ ہے خطیب صاحب نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ابھی لندن میں جو تازہ بین الاقوامی ختم نبوت کانفرنس ہو چکی۔ اس میں سب سے مولانا قاسمی صاحب کی تقریر اچھی رہی۔ خطیب صاحب نے کہا کہ قادیانی کائنات کا بدترین کافر ہے' اس کے کفر پر تمام مکاتب فکر کے علماء و مشائخ متفق و متحد ہیں لیکن آج تک انہوں نے کسی کے بھی فیصلے کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ خطیب صاحب نے کہا کہ بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے علماء کی جدوجہد اور عوام کی قربانیوں سے ۱۹۷۴ء میں بھٹو مرحوم کے دور حکومت میں یہ مسئلہ پاکستان کی پارلیمنٹ میں پہنچا اور اس وقت قومی اسمبلی کے اندر علماء کی قیادت کرنے والے حضرت مفتی محمود رحمتہ اللہ علیہ تھے اور ان کے ساتھ مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک والے اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ مولانا عبدالحکیمؒ وغیرہ وغیرہ تھے۔ قادیانیوں کے اس وقت کے سربراہ مرزا ناصر کے ساتھ تقریباً پندرہ روز تک اسمبلی میں بحث مباحثہ چلتا رہا۔ خطیب صاحب نے کہا کہ بھٹو صاحب نے ایک عجیب اور دلچسپ بات مفتی صاحب کو کہی کہ مفتی صاحب آخر کیوں ایسے قادیانی کافر کا نام پاکستان کے آئین میں داخل کر کے آئین کو پلید کیا جائے لیکن حضرت مفتی صاحب مرحوم کی بصیرت کو سلام ہو کہ حضرت مفتی صاحب مرحوم نے بھٹو صاحب کو برجستہ جواب دیا کہ قرآن پاک کے اندر شیطان اور فرعون کا بھی ذکر ہے اگر قرآن

پاک شیطان اور فرعون کے نام سے پلید نہیں ہو سکتا تو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے پاکستان کا بھی آئین پلید نہیں ہوگا۔ بالآخر پاکستان کی پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ حزب اختلاف نے بھی کہا کہ قادیانی کافر ہیں' حزب اقتدار نے بھی کہا کہ قادیانی کافر ہیں۔ پیپلزپارٹی نے بھی کہا کہ قادیانی کافر ہیں' مسلم لیگ نے بھی کہا کہ قادیانی کافر ہیں۔ خطیب صاحب نے کہا کہ موجودہ وزیراعظم بے نظیر بھٹو کے والد صاحب نے تو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا لیکن اس کی بیٹی قادیانیوں کے متعلق نرم گوشہ رکھتی ہے۔ خطیب صاحب نے کہا کہ سابقہ وزیراعظم نواز شریف نے بھی قادیانیوں کے متعلق نرم گوشہ رکھا تھا' جس کے نتیجہ میں اس کی حکومت اپنی آئینی مدت پوری نہیں کر سکی' اس لئے ہم محترمہ بے نظیر بھٹو کو بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ آپ کی خیر خواہی بھی اس میں ہے کہ قادیانی نواز پالیسی چھوڑ دو ورنہ آپ کا بھی حشر سابقہ حکومت سے کچھ مختلف نہیں ہوگا۔ خطیب صاحب نے کہا کہ پاکستان کی پارلیمنٹ کے فیصلے کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کی مساعی اور کوششوں سے پاکستان کی شرعی کورٹ بھی قادیانیوں کو کافر قرار دے چکی ہے اور پاکستان کی دیگر چھوٹی کورٹوں سے لے کر سپریم کورٹ تک یہ تمام کورٹیں یہ فیصلہ دے چکی ہیں کہ قادیانی کافر ہیں اور اس کے علاوہ مارشل لاء دور حکومت میں مارشل لاء حکومت بھی یہ فیصلہ دے چکی ہے کہ قادیانی کافر ہیں۔ آزاد کشمیر اسمبلی یہ فیصلہ دے چکی ہے کہ قادیانی کافر ہیں اور رابطہ عالم اسلامی کا بین الاقوامی ادارہ بھی یہ فیصلہ دے چکا ہے کہ قادیانی کافر ہیں۔ خطیب صاحب نے کہا کہ لیکن یہ قادیانی ایسے بے شرم ہیں کہ آج تک کسی کا بھی فیصلہ بسرو چشم تسلیم نہیں کیا۔ اس کے بعد مدرسہ دارالفیوض ہاشمیہ سجاول کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی صاحب کو دعوت خطاب دی گئی۔ مولانا قاسمی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ابھی تھوڑے ہی عرصہ میں بدین ضلع میں قادیانیوں کی تبلیغی سرگرمیوں میں اضافہ ہوگیا تھا اور ہم نے ختم نبوت کانفرنس کو وقت کی اہم ضرورت سمجھا' جس کی وجہ سے آج ہم اور آپ یہاں پر جمع ہیں۔ مولانا قاسمی صاحب نے کہا کہ دنیا کا کوئی بھی مذہب اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتا جب تک اس میں دو خوبیاں نہ ہوں۔ ایک یہ کہ وہ کامل اور مکمل ہو دوسرا یہ کہ اس مذہب کی مذہبی کتاب محفوظ ہو۔ مولانا قاسمی صاحب نے کہا کہ مذہب اسلام کے علاوہ دنیا کے دیگر تمام مذاہب ان دو خوبیوں سے محروم ہیں۔ مولانا قاسمی صاحب نے کہا کہ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام کے علاوہ اور تمام مذاہب اپنی اصلیت کھو چکے ہیں۔ مولانا قاسمی صاحب نے کہا کہ ان دو خوبیوں کا حامل اگر کوئی مذہب ہے تو وہ صرف یہی مذہب اسلام ہے۔ مولانا قاسمی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات رب العالمین ہے اور ہمیں جو پیغمبر عطا کیا وہ رحمت للعالمین ہے اور ہمارے آقا ﷺ کو جو کتاب عطا کی وہ کتاب ذکر للعالمین ہے اور جو کعبہ عطا کیا وہ ھدی للعالمین ہے تو چونکہ اللہ تعالیٰ کو آپ ﷺ پر نبوت کو ختم کرنا تھا اس لئے آنجناب ﷺ کو عالمگیر پیغمبر بنایا اور کعبہ بھی عالمگیر عطا کیا اور قرآن مجید جیسی کتاب بھی عالمگیر عطا کی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ بھی خود اٹھایا۔ آج چودہ سو برس سے زائد گزر چکے ہیں لیکن قرآن مجید کے زیر' بر میں بھی فرق نہیں آیا ہے۔ وہی قرآن مجید جو کہ مسجد نبوی' اور مسجد حرام میں پڑھایا جارہا ہے وہی قرآن مجید پوری دنیا کی مساجد میں پڑھایا جارہا ہے۔ مولانا قاسمی صاحب نے کہا کہ امریکہ کے بموں نے ہیروشیما اور ویت نام کو تو تباہ کردیا ہے لیکن قرآن مجید کے زیر زبر میں فرق نہ کرسکا۔ مولانا قاسمی صاحب نے کہا کہ اسلام کے اور شارع اسلام کے نمبر ون دشمن اہل یورپ ہیں۔ ان کو ہر وہ آدمی محبوب ہے جو کہ اسلام اور اہل اسلام پر حملہ کرے اور تاجدار ختم نبوت کی دستار پر دست درازی کرے۔ مولانا قاسمی صاحب نے کہا کہ یہی وجہ ہے کہ ملعون مرزا طاہر کو' بدنام زمانہ سلمان رشدی کو' مغرب کی لونڈی سلیمہ نسرین کو اگر کہیں پناہ ملی ہے تو وہ اہل یورپ نے ہی دی ہے۔ مولانا قاسمی نے کہا کہ ہمارا آج کا یہ جلسہ قادیانیوں کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگا۔ مولانا نے کہا کہ ہاتھ اٹھا کر میرے ساتھ یہ وعدہ کرو کہ آپ قادیانیوں کا سوشل بائیکاٹ کرو گے' نہ ان ملعونوں کو سلام کرو گے اور نہ ہی ان کے سلام کا جواب دو گے اور نہ ہی ان کے ہاں کھیتی باڑی اور مزدوری کرو گے اور نہ ہی ان کو اپنی دکانوں سے کسی بھی قسم کی چیز فروخت کرو گے اور نہ ہی ان سے خریدو گے۔ تمام حاضرین اجلاس نے ہاتھ اٹھا کر نعروں کی گونج میں مولانا قاسمی کے ساتھ عہد کیا۔ بعد میں مولانا قاسمی کی دعاء خیر سے جلسہ رات ساڑھے تین بجے اختتام پذیر ہوا۔

وارہ ضلع لاڑکانہ میں ختم نبوت کانفرنس

رپورٹ۔ محمد راشد مدنی' ٹنڈو آدم

لاڑکانہ تحصیل قمبر علی خان کے ایک شہر وارہ کے قریب ایک قصبہ انور آباد ہے جو قادیانی اسٹیٹ ہے۔ ربوہ کے بعد اس کو مرکز کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ قادیانیوں کا تیسرا گرو مرزا ناصر قادیانی انور آباد میں آیا تو قادیانیوں نے تین دن کا جلسہ کا پروگرام رکھا۔ پورے سندھ کے قادیانی جمع ہوئے۔ لیکن مجاہد حضرت مولانا میر حسن بروہی کو علم ہوا تو اپنی قوم اور تمام غیور مسلمانوں کے ساتھ جمع ہو کر طے کیا کہ آج مرزا ناصر کو قتل کرنا ہے لیکن انتظامیہ نے اپنا کردار ادا کیا اور مولانا سے پوچھا کہ کیا چاہتے ہیں؟ مولانا نے کہا کہ مرزا ناصر کو کہو کہ فوری چلا جائے' جلسہ ختم کرو پانچ منٹ میں' شامیانے' قناتیں وغیرہ نہ ہوں۔ چنانچہ انتظامیہ نے عوام کا جوش و جذبہ دیکھ کر قادیانیوں کو کہا کہ اگر مرزا ناصر کا تحفظ چاہتے ہو تو فوراً اس کو نکالو' جلسہ ختم کرو چنانچہ پانچ منٹ کے اندر اندر سب کچھ ختم ہوگیا اور مرزا ناصر کسی بڑے راستے کے بجائے کھیتوں سے نئی کاڑی کے ذریعہ فرار ہوگیا۔ کچھ عرصہ قبل اسی علاقہ کے قادیانیوں نے مسجد میں گھس کر مسلمانوں پر حملہ کرکے زخمی کیا اور قادیانیوں نے پھر سے تبلیغ شروع کی۔ حالات کی نزاکت کو دیکھ کر حضرت لدھیانوی دامت برکاتہم نے ضلع لاڑکانہ کا کنوینر ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب کو مقرر فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے ہر ستمبر کو وارہ میں کانفرنس رکھی' جس کا انتظام حضرت مولانا میر حسن اور ان کے رفقاء نے کیا۔ بدین کانفرنس کے ختم ہوتے ہی حضرت مولانا حمادی صاحب کی قیادت میں حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب' حضرت مولانا جمال اللہ الحسینی صاحب' حضرت مولانا حفیظ الرحمن رحمانی کا قافلہ لاڑکانہ کے لئے روانہ ہوا کیونکہ ان حضرات کو لاڑکانہ میں مختلف اجتماعات جمعہ سے خطاب کرنا تھا۔ چنانچہ تقریباً ایک بجے یہ قافلہ لاڑکانہ پہنچا۔ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے مختلف مساجد میں انتظام کیا ہوا تھا۔ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب نے مدرسہ عربیہ اشاعت القرآن والی مسجد میں خطاب کیا' حضرت مولانا جمال اللہ الحسینی نے چانڈکا میڈیکل کالج کی مسجد اور حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمن نے سفید مسجد میں خطاب کیا۔ بعد نماز جمعہ کھانے سے فارغ ہو کر جماعت کے ان رفقاء سمیت حضرت مولانا علی محمد صاحب حقانی' ڈاکٹر خالد محمود صاحب سومرو و دیگر رفقاء سمیت یہ قافلہ موہن جو ڈارو ایئرپورٹ پر حضرت مولانا لدھیانوی صاحب کے استقبال کے لئے پہنچا۔ طیارہ ساڑھے چھ کے بجائے پونے سات بجے پہنچا۔ حضرت لدھیانوی صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد سعید صاحب تشریف لائے۔ حضرت کی اقتداء میں نماز مغرب ایئرپورٹ کی مسجد میں ادا کرنے کے بعد یہ قافلہ حضرت لدھیانوی کی قیادت میں حضرت مولانا میر حسن صاحب کے ساتھ وارہ روانہ ہوئے۔ بعد نماز عشاء کانفرنس شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن پاک اور نعت شریف کے بعد مقامی علماء نے خطاب فرمایا۔ جے یو آئی لاڑکانہ کے صدر اور جے یو آئی کے صوبائی صدر جناب عابد لاکھو نے خطاب کیا اور ختم نبوت پر اپنی جان قربان کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔

مقامی علماء کے بعد جماعت ختم نبوت کے مبلغ حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمن نے خطاب کیا۔ مفتی صاحب نے اپنے خطاب میں کہا کہ آج عیسائی' سکھ' پارسی' یہودی قادیانی نہیں ہوتا مسلمان کو قادیانی بنایا جاتا ہے' اس کے دو سبب ہیں۔ ۱۔ مسلمانوں کی مذہب سے دوری اور لاتعلقی علماء سے نفرت اور۔ ۲۔ قادیانیت کا اسلامی روپ جو ایک دھوکہ ہے اور مسلمان دھوکہ کا شکار ہوتا ہے لہٰذا قادیانی کا اسلامی روپ اپنانے سے اسے قانونی طور پر روکنے پر عمل کرایا جائے۔

حضرت مولانا جمال اللہ حسینی صاحب مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سندھ نے فرمایا کہ ہر مسلمان کو قادیانیت کے خلاف بھرپور جہاد کی ضرورت ہے۔ مرزا

قادیانی نہ مہدی ہے' نہ مسیح' نہ نبی ہے نہ امام بلکہ ایک مکار' فریبی' دغاباز' خائن تھا۔ معلوم نہیں کہ قادیانیوں نے مرزا کے اندر کیا دیکھا ہے۔ ایک خوبی بھی مرزا کے اندر نہیں' وہ ایک شریف انسان بھی نہ تھا۔

حضرت مولانا علامہ احمد میاں حمادی کنوینر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سندھ نے فرمایا کہ ختم نبوت ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں ایک شخص نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ ہر دور میں یہ متفق علیہ مسئلہ رہا ہے اور مدعی نبوت اور اس کے پیروکار کا ہر دور میں ایک ہی علاج رہا ہے اور وہ ہے قتل۔ مسلمانوں کو بیدار ہونے کی ضرورت ہے۔ آج مسلمان بیدار ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ قادیانی اس حالت میں رہ سکیں' وہ یا تو مسلمان ہو جائیں گے یا ملک چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مرکزی نائب ناظم' مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' عالمی مجلس کے راہنما اور حضرت پیر شریف والوں کے بقول مسلمانوں کے وکیل ختم نبوت مولانا اللہ وسایا صاحب نے اپنے خطاب میں مرزائیت کا پوسٹ مارٹم کیا اور قادیانیت کو للکارتے ہوئے فرمایا کہ آئین کو تسلیم کرو۔ عدالتوں کے فیصلہ جات کو تسلیم کرو۔ قانون کی پاسداری کرو' اسی میں تمہاری عافیت ہے ورنہ ۷۴ء میں مرزائیت کو ایک ضرب لگی پھر ۸۴ء میں امتناع قادیانیت کے ذریعہ قادیانی زخمی ہوا اب ۹۴ء ہے اور انشاء اللہ یہ قادیانیت کے خاتمہ کا سال ہو گا۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم مرکزی نائب امیر اول عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے مدلل اور فصیحانہ بلیغانہ خطاب میں مسلمانوں کے اندر بیداری پیدا فرمائی اور فرمایا کہ مسلمان ہر چیز برداشت کر سکتا ہے لیکن نبی کی عزت اور عظمت پر سودا برداشت نہیں کر سکتا۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہر تقریر کے ساتھ تشکیل ہو اور مسلمانوں کو میدان عمل میں نکالا جائے۔

آخر میں حضرت مولانا عبدالرزاق میکو سندھ کے مشہور اور لہجہ دار مقرر ہیں' نے خطاب فرمایا۔ اس کانفرنس میں ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب' مولانا علی محمد حقانی' حضرت مولانا عطاء اللہ قمبر' قاری محمد عالم صاحب قمبر' صاحبزادہ عبدالعزیز قریشی صاحب اور کافی علماء نے اور اکابرین نے شرکت فرما کر ہمت افزائی فرمائی جبکہ اس کانفرنس کو مشہور نعت خواں جناب قادر بخش بیرائی نے گرمایا۔

کانفرنس ختم ہونے کے بعد حضرت لدھیانوی صاحب اور رفقاء نے حضرت مولانا میر حسن امیر مجلس وارہ کے مدرسہ میں قیام فرمایا۔ صبح کی نماز حضرت لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم کی اقتداء میں ادا کر کے حضرت والا کی قیادت میں یہ قافلہ پیر شریف پہنچا۔ حضرت پیر والے دامت برکاتہم کو جماعتی کارگزاری سے حضرت لدھیانوی دامت برکاتہم نے آگاہ کیا۔ حضرت مولانا عبدالکریم قریشی صاحب دامت برکاتہم نے کھجور اور چائے سے اکرام فرمایا۔ دو بزرگوں کی ملاقات کا عجیب منظر تھا۔ تمام معتقدین و مریدین حضرت پیر شریف جمع ہوگئے۔ حضرات کی گفتگو سے مستفیض ہوتے رہے۔ حضرت پیر والے نے دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

یہ قافلہ لاڑکانہ پہنچا۔ لاڑکانہ میں ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے حضرت لدھیانوی کو اپنی لائبریری دکھائی' حضرت نے لائبریری دیکھ کر انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں۔ ناشتہ کے بعد حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب ملتان' حضرت مولانا جمال اللہ پنو عاقل' حضرت مولانا حمادی صاحب اور حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمن مخدوم آدم کے لئے روانہ ہوگئے جبکہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم اور ان کے رفیق حضرت مولانا محمد سعید صاحب سکھر کے لئے' جہاں سے ان کو بذریعہ طیارہ کراچی روانہ ہونا تھا' روانہ ہوگئے۔

بیکار ہے

- ○۔ وہ صورت جس میں سیرت نہیں۔
- ○... وہ عدالت جس میں انصاف نہیں۔
- ○... وہ رات جس میں عبادت نہیں۔
- ○... وہ دل جس میں خدا کا خوف نہیں۔
- ○۔ وہ حاکم جس میں رحم نہیں۔
- ○... وہ دولت جس میں سخاوت نہیں۔
- ○... وہ علم جس میں عمل نہیں۔
- ○... وہ دوست جس کے دل میں بغض ہو۔

بقیہ۔ مجازی نبوت کا تار عنکبوت

شقاوت کے دو خانوں میں بٹ جاتی ہے' مرزا صاحب کے دعویٰ اور دعوت کا فطری اور منطقی نتیجہ بھی یہی ہونا چاہئے تھا اور یہی ہوا بھی کہ ان پر ایمان لانے والے ان کے نزدیک مومن و مسلم کہلائے اور انکار کرنے والے (معاذ اللہ) کافر' مردود اور جہنمی قرار پائے۔ مرزا صاحب یہ اصول تسلیم کرتے ہیں کہ۔

ا۔ "یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والوں کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں' لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

(حاشیہ تریاق القلوب ص ۱۳۰۔ روحانی خزائن ص ۴۳۲ ج ۱۵)

(جاری)

بقیہ۔ علم دین اور تعلیم نسواں

فنون' تو مردوں کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کا سیکھنا بھی ضروری ہے کہ ضرورت معاش کے ساتھ ساتھ' بیرون خانہ

صرافہ بازار میں سب سے قدیم دکان
صراف حاجی صدیق اینڈ برادرس
اعلیٰ زیورات بنوانے کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائیں
کندن اسٹریٹ صرافہ بازار کراچی
فون نمبر: ۷۲۳۵۸۰۳

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
شاپ نمبر ایف ۔ ۹۱ ۔ صرافہ
میٹھادر کراچی فون ۔ ۷۳۵۵۷۳۰

کے تمام امور زندگی حتیٰ کہ نظام حکومت و سلطنت تک کا بندوبست ان کی ذمہ داری ہے۔ خواتین پر نہ تو معاش کی ذمہ داری اور نہ ہی بیرون خانہ امور زندگی میں ان کا عمل دخل درست' سو ان کو اس بیرونی محنت و مشقت میں گھسیٹنے کا کیا جواز؟ الغرض اسکولوں' کالجوں' یونیورسٹیوں وغیرہ کی تعلیم جدید اور تہذیب و معاشرت' بنات اسلام کے حق میں بالکل فضول' بلکہ مخرب اخلاق اور شرم و حیا اور عزت و آبرو وغیرہ ہر لحاظ سے مضر اور نقصان دہ ہے۔ ہاں بقدر ضرورت حساب کتاب (جس سے جمع تفریق اور آمد و خرچ وغیرہ کا اندازہ ہو سکے)' لکھنا پڑھنا (جس سے دینی رسائل و کتابیں پڑھی جا سکیں) اور ضروری دستکاری وغیرہ سیکھ لینا بلاشبہ درست بلکہ ضروری ہے جو کہ ہر بچی' بچپنے میں اپنے اہل خانہ یا ہمسائی عورتوں سے بآسانی سیکھ سکتی ہے' اس کے لئے نہ بڑے اسکولوں اور کالجوں میں داخلہ لینا ضروری اور نہ ہی یونیورسٹیوں کے چکر کاٹنے کی ضرورت۔ پھر ہاتھ کی محنت اور ہلکی پھلکی دستکاری کے ذریعہ بوقت تنگی و ضرورت' عورت ذات عفت و آبرو کے ساتھ اپنے گزارے کا انتظام بھی کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بقیہ۔ جدید سائنسی تحقیقات

ہے' کی پیائش کے قانون نے قرآن حکیم کے اس قول۔

والوزن یومئذ الحق۔

"اور اس روز (قیامت) اعمال کے وزن کی بات بالکل سچ ہے" کی تصدیق کر دی ہے۔ جس کی وجہ سے اس وقت علماء کو مختلف تاویلات کرنا پڑیں۔ چنانچہ برطانیہ کے مشہور فلسفی (بارکلے) نے یہ کہا کہ۔

"مادہ کے جتنے بھی اعراض تسلیم کئے گئے ہیں ان کی اصل تو محسوسیت ہے۔"

بہرحال جدید سائنس نے اعمال (خیر و شر) جیسے غیر مرئی اشیاء کے وزن کئے جانے کا ثبوت فراہم کر دیا ہے۔

ٹیلی ویژن

دور حاضر کی ایک اور ایجاد ٹیلی ویژن نے جس طرح سیکڑوں ہزاروں میل دور بیٹھے انسان کی تمام حرکات و سکنات کو گھر بیٹھے تصویر بنا کر عام انسانوں کو دکھا دیا ہے نیز اسے اس طرح محفوظ کر دیا ہے کہ مدتوں بعد بھی دوبارہ' سہ بارہ اسے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس تحقیق نے محاسبہ آخرت میں انسانی اعمال کو بعینہ اسی طرح تصویر بنا کر دوبارہ دکھائے جانے کے تصور کی مزید تائید کی ہے جس طرح اس سے سرزد ہوتے وقت اعمال ریکارڈ ہوئے تھے۔ (جاری)

بقیہ۔ انسانیت کا احترام

غریب اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے اس لئے خواہش نفس کی پیروی میں انصاف نہ چھوڑو اور اگر تم نے گول لپٹی بات کی یا سچائی کو چھوڑا تو یقین رکھو کہ تم جو کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔" (النساء)

اسی اسلامی تعلیم کا نتیجہ و اثر ہے کہ مسلمان جتنا زیادہ مذہب کے قریب ہوتا ہے اسی قدر وہ فساد سے دور رہتا ہے اور ہر معاملہ میں عدل و انصاف پر قائم رہتا ہے' اسلام کی صدق دلی سے پابندی کرنے والے مسلمان کبھی تشدد' بدامنی' ناانصافی' انسانیت کی پامالی گوارہ نہیں کرتے۔ مسلمانوں کی جو بعض تنظیمیں دہشت گردی اور تشدد پسندی کا شکار ہیں وہ دراصل کیمونزم کے زیر اثر ہیں' الحاد و اشتراکیت کے علمبردار مختلف ناموں اور شکلوں میں دنیا کے اندر ہیجان' بدنظمی اور افراتفری پیدا کرتے ہیں اسلام کے سچے ماننے والے خدائی قانون کے وفادار ہمیشہ امن و سلامتی اور عدل و انصاف کا درس دیتے رہتے ہیں' مسلمان فطری اور طبعی طور پر روادار اور مظلوم کا حمایتی ہوتا ہے۔

غیروں کا اعتراف حق اور ہماری ذمہ داری

اس حقیقت کا اعتراف غیروں نے بھی کیا ہے۔ مسٹر گاندھی جی نے ایک اخباری بیان میں کہا تھا کہ۔

"میں نے ایک بے غرض طالب علم کی طرح پیغمبر اسلام کی زندگی اور قرآن کا مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قرآن کی تعلیمات کے اصلی اجزاء عدم تشدد کے موافق ہیں۔"

مسٹر این سی مہتہ نے اپنے خطبہ صدارت میں کہا تھا۔

"پیغمبر اسلام نے اسلام کے اصول سادگی' حق پرستی اور مساوات قرار دیئے ہیں۔" (بحوالہ مکتوبات نبوی)

سلطان سعود اول کے دورۂ ہند کے موقع پر وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو نے لال قلعہ کی استقبالیہ تقریب میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اسلام جو ایک بڑا اور عظیم الشان مذہب ہے اور جس نے دنیا پر گہرے اثرات ڈالے ہیں' ہندوستان میں پرامن اور دوستانہ طور سے داخل ہوا وہ اپنے ساتھ امن اور صلح کا پیغام لایا۔" (بحوالہ مکتوبات نبوی)

لالہ ایشوری پرشاد نے ایک جگہ لکھا ہے۔

"اگر مسلمان تنگ نظر اور متعصب ہوتے تو اتنے لمبے عرصے تک ہندوستان پر حکومت نہ کر سکتے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ مسلم اقلیت ہندو اکثریت پر ظلم و زیادتی کرتی اور اکثریت اسے برداشت کرتی رہتی' ہندوستان میں مسلمانوں کی پالیسی اول سے آخر تک رواداری پر قائم رہی ہے۔"

تاریخ ہند کا مشہور واقعہ ہے کہ اورنگ زیب نے خالص اسلامی صوبہ افغانستان پر جو نائب سلطنت مقرر کیا تھا وہ ہندو راجپوت تھا۔

سچا مسلمان کبھی متعصب' تنگ نظر' ظالم' انسانیت کش نہیں ہو سکتا' اسلام کے دشمن یہودی اور عیسائی مستشرق مورخوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت و عداوت کی فضا تیار کرنے کے لئے ہمیشہ مسلم حکمرانوں کے ظلم کی فرضی داستانوں کو حقیقت کے روپ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور آج بھی اسلام کے دشمنوں کی یہ سعی نامشکور جاری ہے۔ ضرورت ہے کہ اسلام کی روشن تعلیمات کو اور اسلامی تاریخ حق و صداقت کو اہل علم و ارباب انصاف صحیح طور پر پیش کر کے حقیقت کو واضح کر کے دنیا کو غلط روی سے بچانے کی خدمت انجام دے کر موجودہ تعصب و نفرت اور انسانیت کے خلاف شیطنت و ظلم کی مسموم فضا کو عدل و انصاف اور انسانیت نوازی اور عدل پروری کے شمعوں سے نورانی بنا کر اپنی منصبی ذمہ داری کا حق ادا کریں۔ واللہ الموفق۔

بقیہ۔ تاجدار ختم نبوت

لڑائے حتیٰ کہ اس کے بازو پر ضربیں آئیں اور انگلیاں کٹ گئیں۔ اس وقت اس صحابیؓ کی زبان سے "سی" کا لفظ نکلا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے طلحہ اگر تو "سی" کہنے کی بجائے بسم اللہ کہتا تو فرشتے تجھے اوپر اٹھا لیتے اور لوگ دیکھتے کہ فرشتے تجھے اٹھائے لئے جا رہے ہیں۔ پھر اللہ نے مشرکوں کے عزائم خاک میں ملا دیئے اور نبی اکرم ﷺ کو قتل کرنے کے منصوبے میں ناکام ہوئے۔" (سنن نسائی کتاب الجہاد)

اللہ اکبر! گیارہ آدمی اپنے حبیب اور اپنے رب کے حبیب کی خاطر اپنی جانیں قربان کرتے ہیں اور بارہواں صحابی حضرت طلحہ اکیلا رہ جاتا ہے۔ ایسے وقت میں آپ کی حفاظت کرنا جان جوکھوں کا کام تھا لیکن اس نے بزدلی اور کم ہمتی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ سابقہ گیارہ انصار کی طرح خوب لڑا اور اپنی بہادری کے جوہر دکھاتا رہا۔ حتیٰ کہ اس کا ہاتھ بیکار ہو گیا۔ اس نے یہ سب کچھ نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کی خاطر کیا۔ چنانچہ امام بخاریؒ حضرت قیس کی روایت ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت طلحہ کا شل ہوا ہاتھ دیکھا تھا جو جنگ احد میں نبی اکرم ﷺ کی حفاظت میں شل ہوا۔ (فتح الباری ۷/۳۵۹)

حضرت محمد ﷺ کے رب کی قسم! یہ ہاتھ کتنا خوش نصیب اور کتنا پاکیزہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کرتا ہوا شل ہوا اور یہ ہاتھ والا کتنا خوش نصیب ہے نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے اس کا صرف ہاتھ شل نہیں ہوا بلکہ تمام جسم زخموں سے چور چور ہو گیا اسے ستر کے قریب زخم آئے۔

چنانچہ امام ابوداؤد حضرت عائشہؓ کی روایت سے بیان کرتے ہیں۔ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بیان کرتی ہیں کہ ہم جب طلحہ کے پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں اس کے جسم پر نیزوں' تلواروں اور تیروں کے بے شمار زخم تھے' جب ہم نے زخموں کو گنا تو ستر کے لگ بھگ تھے۔ (ابوداؤد ۲/۹۹)

جب جنگ احد کا ذکر آتا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ رو پڑتے اور کہتے اس موقع پر نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کی تمام سعادت حضرت ابو طلحہؓ کی قسمت میں آئی اور ہم اس سعادت سے محروم رہ گئے۔ (منحۃ المعبود ۲/۹۹)

KHATIME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M-160

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام

تیرہویں سالانہ کل پاکستان عظیم الشان

ختم نبوت کانفرنس

بتاریخ

۱۳/۱۴ اکتوبر سنہ ۱۹۹۴ء

بروز جمعرات، جمعہ شب و روز

بمقام

مسلم کالونی صدیق آباد ~~ربوہ~~

زیر سرپرستی شیخ المشائخ حضرۃ مولانا **خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ** امیر مرکزی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

یہ سالانہ کانفرنس حسب سابق پورے تزک و احتشام سے منعقد ہو رہی ہے، جس میں ملک بھر سے مشائخ عظام، اکابر علماء کرام، راہنمایان قوم، دانشور، وکلاء، طلباء حضرات شرکت فرمائیں گے۔ شمع رسالت کے پروانوں سے بھرپور شرکت کی استدعا ہے۔

(مولانا) عزیز الرحمٰن صاحب جالندھری
مرکزی ناظم اعلیٰ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ ملتان۔ فون نمبر ۴۰۹۷۸